

حُسنِ عقیدہ

کتاب و سُنّت کی روشنی میں

اعداد: محمد طاہر نقّاش

نظرثانی: مُبشّر أحمد ربّانی

دار الابلاغ
DARULIBLAGH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com



حسنِ عقیدہ

DAR UL IBLAGH

دارالابلاغ

کتاب و سنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

نام کتاب .... حسنِ عقیدہ

تالیف و ترتیب .... محمد طاہر نقاش

نظر ثانی .... مبشر احمد ربانی

تحقیق و تخریج .... نصیر احمد کاشف

اشاعت اوّل .... اگست 2004ء

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... روپے

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان 0300 4453358



حسنِ عقیدہ

کتاب و سنت کی روشنی میں

اعداد: محمد طاہر نقاش

نظرثانی: مبشر احمد ربانی

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان

آئینہ کتاب

آہ! عقیدہ توحید ہی اسلام کی اولیں اساس ہے

مسلمان مشرک

اصلاح عقیدہ

عقیدۂ اسلام کے منافی اُمور.....

عقیدہ کی خرابیاں اور ان سے بچنے کے طریقے

حرف آغاز

ربّ کریم! توحید کی دولت ہماری جھولی میں ڈال دے!

چند برس قبل راقم نے مظفر آباد میں عقیدہ کے موضوع پر محترم و مکرم جناب حافظ محمد سعید صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان کے عقائد کی اصلاح پر مبنی کچھ دروس سنے' تو پتہ چلا کہ انسانی زندگی میں کامیابی اور اُخروی زندگی کی کامرانی کے لیے عقیدہ صحیح درست اور قرآن و سنت کے مطابق ہونا کتنا ضروری ہے۔ انہی دروس سے متاثر ہو کر بندہ نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور یہ معروضات آپ کے سامنے رکھی ہیں' تاکہ کوئی بھائی قرآن و سنت کے پھولوں اور کلیوں کی مہک سے معطر ہو کر' شرک و بدعت اور خرافات سے تائب ہو کر' اپنے عقیدہ کو صحیح کر کے' شاہراہِ زندگی کو از سرِ نو مرتب کر کے' جنتوں کا وارث بن جائے۔ اس کی اِس اصلاحِ عقیدہ کی کوشش و عمل میں سے یقیناً اللہ ہمیں بھی حصّہ دے گا۔ جو آخرت کے لیے میرا اصل سرمایہ ہو گا۔ محترم جناب فضیلۃ الشیخ مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ اور جناب محترم بے بدل ادیب و صحافی جناب امیر حمزہ نے اس کتاب کی نظرِ ثانی کے لیے اپنا قیمتی وقت نکالا' جس کے لیے بندہ ان کے درجات میں بلندی کی دعا کرتا ہے۔

بندہ نے اس کتاب میں سماحۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز' فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو' الدکتور عبدالعزیز القاری اور برصغیر کے معروف عالم دین عبدالرزاق ملیح آبادی وغیرہم کے عقیدہ کے متعلق مفید شہہ پارے بھی شامل کر دیئے ہیں۔ جو عقیدہ کے پھول کو مزید پُر بہار بنانے اور نکھار پیدا کرنے میں مدد و معاون ہیں۔ اللہ سے دُعا ہے کہ بندۂ حقیر کی اس کاوش کو قبول فرما کر سرمایۂ آخرت بنا دے۔ آمین

اے رب المجاہدین' اے ارحم الراحمین! ہم بہت کمزور ہیں' عاجز ہیں' بے کس و بے بس ہیں' ہماری تیرے دربار میں عاجزانہ دُعا ہے کہ ہم کمزوروں کے عقائد بھی ویسے ہی بنا دے جیسے کہ تیرے آخری رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے تھے۔ اور توحید کی دولت ہماری جھولی میں ڈال دے' ہمیں ہدایت دے اور گمراہی و سیاہ کاری اور ریاکاری سے بچالے' شرک و بدعت کی گمراہیوں ضلالتوں اور دلدلوں میں گرنے سے اور غرق ہونے سے بچالے ...... آمین یا رب المجاہدین والمستضعفین

محمد طاہر نقاش

۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۰ء لاہور

حرف ناصحانہ

اصلاح عقائد پر مختصر مگر جامع انسائیکلوپیڈیا

فضیلۃ الاخ محترم امیر حمزہ حفظہ اللہ

اصلاحِ عقیدہ فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ کا چھوٹا سا پمفلٹ ہے' جو سوال و جواب کی صورت میں مرتب کیا گیا ہے' اس میں عقیدۂ توحید کی اہمیت اور شرک وبدعات کی تباہ کاریوں کو واضح کیا گیا ہے۔ ہر سوال کے جواب میں قرآن کی آیت اور اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث پیش کی گئی ہے۔

اس کتابچہ کا ترجمہ جناب طاہر نقاش نے کیا ہے۔ ترجمہ عام فہم اور سلیس ہے۔ برادرم نقاش صاحب نے اس پمفلٹ میں جہاں جہاں مشکل اصطلاحات تھیں ان کی آسان پیرائے میں تشریح بھی کر دی ہے۔ مزید برآں انہوں نے عربی عبارتوں پر اعراب لگا دیئے ہیں اور اس کتابچہ کو متداول تراجم کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ بہتر اور آسان بنا دیا ہے۔ بعض جگہ مفہوم سمجھانے کے لیے فٹ نوٹ کے ذریعہ وضاحت کر دی ہے۔ اس کے علاوہ کتابچہ کو مزید مؤثر بنانے کے لیے "عقیدہ کی اہمیت" بھی بیان کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ "مسلمان مشرک" جیسے مفید مقالہ کا اضافہ کوزے میں دریا بند کرنے کے مترادف ہے۔ عقیدہ کے نخل ثمربار پر مزید بہار و تازگی لانے کے لیے اور عقیدۂ مؤمن کو شرک و بدعت کی دست برد سے بچانے کے لیے مزید مضامین مثلاً: "آہ! عقیدہ توحید ہی اسلام کی اولین اساس ہے' مسلمان مشرک' ...... عقیدہ اسلام کے منافی چیزیں ...... عقیدہ کی خرابیاں اور بچنے کی تدابیر ..... جیسے پر مغز و مدلل مضامین کا اضافہ کر کے اس کتابچہ کو

اصلاح عقائد پر ایک مفید مختصر مگر جامع انسائیکلوپیڈیا کی شکل دے دی ہے۔ میں نے اس کتابچہ پر آخری نظر ڈالی۔ دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دُنیا و آخرت میں خوش و خرم رکھے اور اشاعت کے میدان میں اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطاء فرماتا رہے۔ "آمین"

امیر حمزہ عفا اللہ عنہ

چیف ایڈیٹر ہفت روزہ غزوہ لاہور

تقریظ

قرآن وسنت کے انوار مقدسہ کا عظیم گلشن

از

فضیلۃ الشیخ جناب ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ

اعمال صالحہ کی قبولیت کا مدار عقائد صحیحہ پر ہے۔ اگر عقیدہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے تو دیگر نیک اعمال درجہ قبولیت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو انسانوں کی فوز و فلاح اور رشد و ہدایت کے لیے مبعوث کیا تو انہوں نے سب سے پہلے عقیدہ توحید کی دعوت پیش کی۔ کیونکہ اسلام کی اولین اساس و بنیاد توحید ہی ہے۔ عصر حاضر میں عامۃ الناس کی اکثریت کلمہ پڑھنے کے باوجود اس عقیدہ سے بے خبر ہے اور کلمہ توحید کے تقاضوں کے منافی عمل سرانجام دے رہی ہے۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر سجدہ ریزی' نذر و نیاز' دعا و نداء' اور انہیں حاجت روا و مشکل کشا جان کر اولاد مانگنا' کاروبار میں اضافے کے لیے نذرانے پیش کرنا' عام ہو چکا ہے۔ اس بات کی شدید حاجت اور ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ فلسفی موشگافیوں' اور فقہی پہیلیوں سے پہلوتہی اختیار کر کے انتہائی سادہ اور سلیس انداز میں انہیں عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ سے آگاہ کیا جائے۔ عرب کے نامور عالم دین فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ نے سوال و جواب کے انداز میں کتاب و سنت کے گلشن سے چند پھول چن کر گمراہی و ضلالت کے عمیق گڑھوں میں گرے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کی ہے۔ اصل کتاب عربی زبان میں تھی جس سے اردو دان طبقہ فائدہ اٹھانے سے قاصر تھا۔ کئی ایک ذی وقار علمائے کرام نے اس کتاب کو اردو زبان کا جامہ پہنا کر عوام الناس تک پہنچایا

ہے۔ ان ہی قابل قدر اور واجب الاحترام نوجوان علماء میں سے محترم طاہر نقاش صاحب بھی ہیں۔ جنہوں نے اس کتاب کا ترجمہ اور اس پر مزید متعدد مضامین کے اضافے کر کے رشد و ہدایت کے نقش ثبت کر دیے ہیں۔

یہ کتاب انتہائی آسان اسلوب زبان رکھتی ہے اور اس میں قاری کو کسی قسم کی کوئی پیچیدگی اور الجھن پیش نہیں آتی۔ کتاب پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ترجمہ نہیں بالکل مستقل کتاب ہے۔

یہ کتاب مختصر اور قلیل حجم ہونے کے باوجود کتاب و سنت کے انوار مقدسہ کا عظیم گلشن ہے اور روضة من ریاض الجنة محسوس ہوتا ہے۔

ہر سوال کا جواب قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ و حسنہ سے مرصع ہے اور عصر حاضر میں اہلحدیث علماء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس خصوصیت سے نوازا ہے کہ ہر لکھنے والا اپنی ہمت و بساط کے مطابق کوشش کرتا ہے کہ ضعاف و مجاہیل اور موضوعات و مناکیر سے کنارہ کشی اختیار کر کے صحاح و حسان احادیث ذکر کرے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس کتاب کو امت مسلمہ کے لیے فوز و فلاح' رشد و ہدایت اور کامیابی و کامرانی کا زینہ بنائے اور ہر مسلم کے لیے نجات کا سفینہ ثابت کرے۔ مؤلف' مترجم' ناشر اور دیگر تمام لوگوں کو جو کسی بھی طرح اس عمل عظیم میں مدد و معاون ہیں' ان کے لیے توشہ آخرت بنا دے۔ آمین۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی

۲۶-۴-۲۰۰۴

سبزہ زار لاہور

مقدمہ

عقیدہ کی اہمیت

لفظ ''عقیدہ'' کا مادہ ع' ق' د ہے اور یہ عَقَدُ الحَبْل سے مشتق ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اس نے رسّی کو گرہ دی'' منجد میں اس کی وضاحت یوں درج ہے:

اَلْعَقِيْدَةُ ج اَلْعَقَائِدُ۔ مَا عَقَدَ عَلَيْهِ الْقَلْبُ وَالضَّمِيْرُ مَا تَدَيَّنَ بِهِ الْإِنْسَانُ وَاعْتَقَدَهُ۔

''وہ بات جس پر دِل و دماغ پختگی سے قائم ہیں اور جس کو انسان دین سمجھتا ہے اور اس کا (پختہ) اعتقاد بھی رکھتا ہے۔''

عقیدے کی ایک اور جامع اور کافی تعریف اس طرح ہے:

اَلْعَقِيْدَةُ الْحُكْمُ الَّذِيْ لَا يَقْبَلُ الشَّكَّ فِيْهِ لِذِيْ مُعْتَقِدِهِ وَ فِي الدِّيْنِ مَا يَقْفِرُ بِهِ الْاِعْتِقَادُ دُوْنَ الْعَمَلِ لَعَقِيْدَةِ وُجُوْدِ اللّٰهِ وَ بَعْثِهِ الرُّسُلَ۔

''عقیدہ وہ حکم ہے جس میں اس کا معتقد شک کو قریب بھی نہیں آنے دیتا اور دینِ اسلام میں اعتقاد مراد ہے عمل نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے وجود کا عقیدہ رکھنا نیز یہ کہ اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔'' (المعجم الوسیط: ص ۶۳۰ ج ۲)

نیک اعمال کب قبول ہوں گے؟

اُمت محمدیہ کا یہ ایک المیہ ہے کہ وہ اپنی بنیاد سے روز بروز ہٹتی جا رہی ہے۔ اس کے افکار و نظریات اور عقائد میں بڑی تیزی سے تبدیلی آ رہی ہے' اس کی وجہ عجمی افکار

و فلسفہ کی یلغار ہے۔ مسلمانوں کو عجمی عقائد و افکار نے اس قدر متاثر کیا کہ وہ فاران کی چوٹیوں پر اُترنے والی ہدایات اور راہِ عمل کو یکسر بھول گئے۔ عجمی مذاہب کا مسلمانوں پر اس بُری طرح اثر ہوا کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد مثلاً توحید سے بھی برگشتہ ہو گئے اور یوں بھی عجمی عقائد نے ان میں اس قدر رسوخ پکڑا کہ انہوں نے بلا چوں و چرا اں ان عقائد کو اپنا لیا۔ قرآن جو صدرِ اسلام میں سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کا دستور العمل تھا ہم نے مہجور بنا کر طاقِ نسیاں پر رکھ دیا ہے اور موضوعات کے ساتھ ساتھ دیو مالائی شرکیہ عقائد کے طور مار میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں' جو توحید کی ضد ہیں اور شرک کی تبلیغ کرتے ہیں۔ عجمی عقائد تو مسلمانوں میں آج تک رائج ہیں لیکن اصل عقائد کہ جن کے گرد اسلام کی ساری تعلیمات گردش کرتی ہیں ایک عرصہ سے یکسر بھلا دیئے گئے ہیں۔

آج کل کی مادہ پرستی کے دور میں نیک اور صالح افراد کی بہت کمی ہے اور اوصافِ حمیدہ کے حامل لوگ جو موجود ہیں وہ بلاشبہ آخرت میں کامیابی و کامرانی اور اللہ رحیم و کریم کی خوشنودی و رضامندی کے حصول کے لیے ایسے اعمال کرتے ہیں کہ جن کی بنیاد بے شک خلوص پر رکھی گئی ہوتی ہے لیکن اتنی کوششوں' ریاضتوں' عبادتوں اور محنتوں کے باوجود ان کیے گئے اعمال کا صلہ' ثواب اور قبولیت کا سرٹیفکیٹ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ملتا...... کیوں؟...... اس لیے کہ ان اعمال کی بنیاد عقیدۂ فاسدہ پر ہوتی ہے جبکہ نیک و صالح اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہی صحیح اسلامی عقائد پر ہوتا ہے۔ اگر عقائد شرک و بدعت اور دوسری غلاظتوں سے پاک ہوں گے تو اعمال قبول بھی ہوں گے اور ان کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔ اِس کو اس طرح سمجھیں کہ ایک شخص بہت زیادہ نیک اعمال کرتا ہے' صبح و شام اذکار اور نوافل و ریاضت میں گزارتا ہے لیکن ساتھ ہی ایسا عمل بھی کرتا ہے جو اس کے تمام نیک اعمال کو بھی تباہ کر دیتا ہے اور اُلٹا اس پر جہنم واجب ہو جاتی ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عقائد کی درستگی اور اصلاح ہی آخرت میں کامیابی و کامرانی کی ضامن ہے۔

ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رضاء' جنت کے حصول اور آخرت میں دائمی کامیابی کے

حصول کے لیے اپنے عقائد کی فکر کرنی چاہیئے اور گاہے گاہے اپنے عقائد کی جانچ پڑتال اور تحقیق کرتے رہنا چاہیئے۔

عقیدہ کی خرابی انبیا علیہم السلام کو بھی معاف نہیں

صحیح عقیدے کی کس قدر اہمیت ہے اس کے لیے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ اور احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

مزید برآں عقیدے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عقیدے میں خلل اگر پیغمبر کے بھی پیدا ہو جائے (جو ممکن نہیں) تو اس کو بھی معافی نہیں ہے اور توحید جیسے عقیدے میں خرابی تو قطعاً ناقابل معافی ہے۔

اللہ جل جلالہ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الزمر ۳۹: ۶۵)

”اور اے رسول (ﷺ) آپ ﷺ کی طرف بھی (یہی وحی کی گئی ہے) اور آپ ﷺ سے پہلے بھی جو رسول بھیجے گئے تھے' اُن کی طرف بھی یہی وحی کی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم یقیناً نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔“

دیکھیں عقیدے کا مسئلہ اتنا نازک ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی بغیر لحاظ کیے اللہ نے فرما دیا کہ اے نبی (ﷺ) اگر تم نے بھی شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارے اعمال برباد کر دیئے جائیں گے۔ اسی بات کو ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یوں سترہ (۱۷) جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا مجموعی طور پر ذکر کرنے کے بعد فیصلہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶/۸۸)

”اگر یہ تمام پیغمبر (علیہم السلام) بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے تمام اعمال برباد ہو جاتے۔“

یہاں بھی ۱۷ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اگر ان کا عقیدہ بھی شرکیہ ہوتا تو میں ان کے اعمال بھی برباد کر دیتا' یہ نہ دیکھتا کہ یہ سب کے سب نبوت کا تاج پہنے ہوئے ہیں۔

نیک اعمال اور رفاہِ عامہ کب فائدہ مند ہوں گے؟

عبداللہ بن جدعان ایک بہت نیک انسان تھا جو رفاہِ عامہ اور خدمت خلق کے بہت سے کام کرتا تھا۔ حاجیوں کو ستو پلاتا' ان کی خدمت کرتا' مسافروں کی خاطر مدارات کرتا' ہر وقت اللہ کی مخلوق کی بہتری کے کاموں میں لگا رہتا' وہ اسلام لائے بغیر مر گیا۔ صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ہے کہ (اس کے مرنے کے بعد) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس کے اتنے زیادہ نیک اعمال کا اس کو اجر و صلہ ملے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں' وہ جہنم میں جائے گا۔ "کیوں؟ اتنا نیک بندہ جو عربوں میں ولی مشہور تھا اور ہر وقت اللہ کی مخلوق کی بہتری کے کام کرتا' وہ دوزخ میں!؟..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس لیے کہ وہ کفر پر مرا" یعنی اس کا عقیدہ درست نہ تھا۔ اور فرمایا:

((لِاَنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا مِنَ الدَّهْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.))[1]

"کیونکہ اس نے ایک دن بھی کلمہ توحید کا اعتراف و اقرار نہیں کیا۔"

یہ لب لباب تھا صحیح مسلم کی حدیث کا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی جتنے مرضی اچھے کام کرے' نیکیاں کرے' ہسپتال بنوائے' کنویں کھدوائے' یتیموں و غریبوں' بیواؤں کے وظائف جاری کر دے' حتیٰ کہ اسلام کا سب سے بڑا عمل "جہاد" کرتے ہوئے اگر اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دے' گردن کٹوا دے' اللہ کی راہ میں اپنا خون بہا دے' ماں باپ' بیوی بچے' جان و مال' رشتہ دار' عزیز و اقارب سب کچھ قربان کر دے۔

---

[1] مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر ......' ح ۲۱۴۔

یہ تمام اعمال اس کو کچھ فائدہ نہ دیں گے اگر اس کا عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق درست نہ ہو گا۔

صالح عقیدہ کی برکتیں

سیدنا ابن عائذ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ جنازہ پڑھانے لگے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کیا:

لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ۔

"اے اللہ کے رسول (ﷺ) اس کا جنازہ نہ پڑھائیں اس لیے کہ یہ شخص فاجر (گناہگار) ہے۔"

یہ بات سُن کر صاحب مقامِ محمود' رسولِ رحمت ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: "کیا تم میں سے کسی نے اس مرنے والے شخص کو اسلام کا کوئی کام کرتے دیکھا ہے؟" ایک صحابی نے جواباً عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو دیکھا ہے' اس نے ایک دن فی سبیل اللہ پہرہ دیا تھا۔" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا دیا (اور یہی نہیں بلکہ) پھر اس کو اپنے دست مبارک سے قبر میں اُتارا اور جب اس پر مٹی ڈالی تو فرمایا: اے میرے عزیز!

((اَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ اِنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.))

"تیرے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ تُو دوزخی ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کا رسول گواہی دیتا ہوں کہ تُو جنتی ہے۔"

پھر فرمایا:

((يَا عُمَرُ اِنَّكَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْئَالُ عَنِ الْفِطْرَةِ.)) [1]

---

[1] بیھقی فی شعب الایمان (۴۲۹۱) واسنادہ ضعیف۔

"اے عمر تجھ سے لوگوں کے اعمال کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ فطرت (عقائد) کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

اس حدیث مبارکہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا ہے کہ اُخروی نجات کا دارومدار عقیدۂ صحیحہ پر ہے۔ عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو تو آخرت میں کامیابی کی بہت بڑی اُمید ہے ورنہ خرابی ہی خرابی' تباہی ہی تباہی اور ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

سبحان اللہ! کتنی شان ہے درست عقیدہ کی' کتنی بڑی اہمیت ہے عقیدۂ صحیحہ کی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مرنے والے کے فسق و فجور کی گواہی دے رہے ہیں' لیکن یہ عقیدۂ صحیحہ کی برکت ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس مرنے والے کے حق میں بخشش اور نجات کا مژدہ جاں فزا جاری ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جس انسان کا عقیدہ درست نہ ہو وہ کتنے ہی اُونچے اور اچھے عمل کیوں نہ کرے' وہ دوزخی ہے' ایسے شخص کی بخشش نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابُو طالب اور عقیدہ کا بگاڑ

عقیدہ کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے زیادہ دلائل کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابُو طالب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ کائنات کا وہ واحد چچا تھا کہ جس نے اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس قدر محبت کی ہو۔ اپنی جان کو داؤ پر لگا کر ساری دُنیا سے ٹکرلی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کفالت میں لیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی شدت سے محبت کرتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ ابُو طالب کی کفالت میں پلتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقیدے کا اظہار ﴿لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کا عقیدہ ظاہر کر کے کیا کہ میں اُن معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صحیح عقیدہ (توحید) کی طرف دعوت دی تو ان کو آگ لگ گئی اور وہ ابو طالب کے

پاس ان کے بھتیجے محمد ﷺ کی شکایتیں لے کر آنے لگے کہ یہ ہمارے خداؤں کو جھٹلاتا ہے اور ہمیں بد عقیدہ قرار دیتا ہے' اس لیے ان کو روک لو۔ لیکن ابو طالب کی محبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو کبھی نہ روکا اور آپ ﷺ ان کی زیر کفالت عقیدۂ توحید کا پرچار کرتے رہے۔

ایک دفعہ ابو طالب کو کفارِ مکہ نے مل کر اجتماعی طور پر یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے بھتیجے کو اپنے عقائد کی تبلیغ کرنے سے باز نہ کریں گے تو وہ جنگ چھیڑ دیں گے اور یوں دونوں میں سے ایک فریق کا صفایا ہو کر رہے گا۔ اس دھمکی کا ابو طالب پر اثر ہوا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "چچا جان اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں تو میں (عقائد کی اصلاح کے) اس کام کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا کہ جب تک اللہ اس عقیدے (توحید) کو غالب نہ کر دے یا پھر میں اس راہ میں فنا نہ ہو جاؤں۔" یعنی میں یہ کام ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ ﷺ رو پڑے۔ کہ شفیق و مہربان چچا بھی کفار کی جنگ کی دھمکیوں کی وجہ سے ساتھ چھوڑتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اسی حالت میں آنسو بھری آنکھوں سے جب آپ ﷺ واپس جانے کے لیے پلٹے...... ابو طالب نے جب اپنے پیارے بھتیجے کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو اس سے رہا نہ گیا' اس کا کلیجہ یہ منظر دیکھ کر پھٹنے لگا۔ دل جذبات سے بھر گیا اور انہوں نے واپس پلٹتے ہوئے بھتیجے کو فرطِ جذبات سے پکارا اور آپ ﷺ کے سامنے آ گئے' جذبات بھری آواز میں بڑے اعتماد اور قوت سے بولے: "اے بھتیجے! جاؤ..... جو چاہو کہو..... اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی بھی کسی بھی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا۔" اور پھر بڑے دردِ دل اور سوز و تڑپ سے یہ اشعار پڑھے جبکہ رسول اللہ ﷺ سامنے کھڑے تھے' کہنے لگے:

وَاللهِ لَن يَّصِلُوا عَلَيْكَ بِجَمْعِهِم
حَتّٰى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِينًا

فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ
وَابْشِرْ وَ قَرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيُوْنَا

"اللہ کی قسم! (اے بھتیجے!) یہ کفارِ مکہ اگر تمام کے تمام مل کر اور اکٹھے ہو کر اپنی تمام جمعیت (فورس و نفری) سمیت بھی آ جائیں تو ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔ تم اپنی (اصلاحِ عقائد والی) بات کھلم کھلا کرو، تم پر کوئی پابندی و قدغن نہیں۔ (اے پیارے بھتیجے) بس تم خوش ہو جاؤ اور تمہاری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو جائیں۔"[1]

یہ تھا نبی ﷺ کا چچا جو اپنے بھتیجے کی آنکھوں میں آنسوؤں کے تیرنے والے قطرے بھی نہ دیکھ سکا اور یہی منظر دیکھ کر خطۂ عرب کے کفار سے لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ پھر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے ایک بار پھر کفار کا وفد عرب کا خوبصورت ترین جوان ولید بن مغیرہ کے بیٹے عمارہ کو لے کر ابو طالب کے پاس پہنچا اور بتایا کہ تمہارا بھتیجا حسب سابق اپنے عقائد کی تبلیغ میں لگا ہوا ہے۔ یہ خوبصورت لڑکا ہم سے لے لو اور ہمیں محمد (ﷺ) سونپ دو، ہم اس کو اپنے خداؤں کی تکذیب و بے اختیار ثابت کرنے کے جرم میں قتل کر دیں گے لیکن اس کی دیت میں قبل از وقت ہم آپ کو یہ لڑکا دے رہے ہیں کہ آپ اس کو محمد (ﷺ) کی جگہ اپنا بیٹا بنالیں۔ تو ابو طالب نے پکار کر فیصلہ کن انداز میں کہا: "اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا۔" لہٰذا وفد ناکام واپس لوٹ گیا۔[2]
اب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی منصوبہ بندیاں کرنی شروع کر دیں۔ جب اس کا علم ابو طالب کو ہوا تو ان کی محبت کا والہانہ انداز دیکھیں کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کی قربانی دے کر بھی بھتیجے کو بچانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ابو طالب کو ہر وقت اپنے بھتیجے کے بارے میں خطرہ لگا رہتا، اس لیے جب رات ہوتی تو وہ بے قرار و بے چین ہو

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (۳۲۹/۱) سیرۃ ابن اسحاق (ص ۱۵۴)

[2] سیرۃ ابن ہشام (۳۳۰/۱)

جاتے۔ جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر جاتے تو رسول اللہ ﷺ سے کہتے: "تم اسی بستر پر سوئے رہو۔" مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی آدمی آپ ﷺ کو قتل کرنے کی نیت سے ریکی کر رہا ہو تو وہ دیکھ لے کہ آپ ﷺ کہاں سو رہے ہیں۔ پھر جب لوگ سو جاتے تو ابو طالب آپ ﷺ کا بستر بدل دیتے۔ آپ ﷺ کے بستر پر اپنے بیٹوں، بھتیجوں یا بھائیوں میں سے کسی کو سلا دیتے۔ رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ: "تم اس کے بستر پر چلے جاؤ۔"

اللہ اکبر! یہ کیا دفاع تھا، کیا وفائیں تھیں، کیا پاسداریاں تھیں، کیا جانثاریاں اور جانبازیاں تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سو کر بھائی، بیٹا یا بھتیجا بے شک قربان ہو جائے، لہو میں نہا جائے، قتل ہو جائے لیکن رسول اللہ ﷺ یعنی میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کے جسم پر خراش تک نہ آئے۔

ابو طالب اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کے دین "اسلام" کے متعلق صدقِ دل کے ساتھ اقرار کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِزَارُ مُسَبَّةٍ
لَوَجَدْتَنِي سَمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنًا

"اور بے شک میں یہ جانتا ہوں کہ (میرے بھتیجے) محمد (ﷺ) کا دین دُنیا جہان کے تمام ادیان سے اعلیٰ، ارفع اور بہتر ہے۔ اگر مجھے عرب لوگوں کی لعنت ملامت اور گالیوں کا ڈر نہ ہوتا تو مجھے علی الاعلان کھلے طور پر اس دین کو قبول کرنے والا پاتا۔"

یعنی اگر مجھے لعنت ملامت اور گالی دیئے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں کھلے عام اسلام قبول کر لیتا۔

ثابت ہوا ابو طالب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہایت والہانہ محبت و اُلفت کرتا تھا اور آپ ﷺ کے دین کو بھی برحق سمجھتا تھا لیکن ساتھ ساتھ بتوں کی پوجا اور ان سے

نفع و نقصان کا عقیدہ بھی رکھتا اور یہ عقیدہ اس کا آخر دم تک رہا۔

صحیح بخاری میں سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں ابو جہل بھی موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چچا جان! آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجیے۔ بس ایک کلمہ جس کے ذریعے میں اللہ کے پاس آپ کے لیے حجت پیش کر سکوں گا۔" (یہ سن کر) ابو جہل اور عبداللہ بن اُمیہ نے کہا: "ابو طالب! کیا عبدالمطلب کی ملت سے رُخ پھیر لو گے؟" پھر یہ دونوں برابر ان سے بات کرتے رہے۔ یہاں تک آخری بات جو ابو طالب نے لوگوں سے کہی یہ تھی کہ: "عبدالمطلب کی ملت پر" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جب تک اپنے چچا کے متعلق روک نہ دیا جاؤں تب تک ان کے لیے دُعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔" اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴾ (التوبہ ۹: ۱۱۳)

"نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل ایمان کے لیے یہ درست نہیں کہ مشرکین کے لیے دُعائے مغفرت کریں۔ اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ لوگ جہنمی ہیں۔"

اور یہ آیت بھی نازل ہوئی:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ﴾ (القصص: ۲۸/۵۶) [1]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے پسند کریں ہدایت نہیں دیتے سکتے۔"

یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر حمایت و حفاظت کی تھی۔ وہ درحقیقت مکے کے بڑوں اور احمقوں کے حملوں سے اسلامی دعوت

---

[1] بخاری۔ کتاب مناقب الانصار: باب قصة ابی طالب، ح ۳۸۸۴۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدلیل علی صحة الاسلام من حضرہ الموت، ح ۲۴۔

کے بچاؤ کے لیے ایک قلعہ تھے' لیکن وہ بذاتِ خود اپنے بزرگ آباؤ اجداد کی ملت (غلط مشرکانہ عقائد) پر قائم رہے' اس لیے مکمل کامیابی نہ پا سکے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے کیا کام آ سکے؟ کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (دوسروں پر) بگڑتے (اور ان سے لڑائی مول لیتے) تھے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ جہنم کی ایک چھچھلی (کم گہری) جگہ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے گہرے کھڈ میں ہوتے۔''[1]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ممکن ہے قیامت کے دن انہیں میری شفاعت فائدہ پہنچادے اور انہیں جہنم کی ایک کم گہری جگہ میں رکھ دیا جائے کہ آگ صرف ان کے دونوں ٹخنوں تک پہنچ سکے۔''[2]

صحیح بخاری کی ہی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے متعلق فرمایا کہ میرے چچا کو قیامت کے دن جہنم کی آگ کی ایسی جوتیاں پہنائی جائیں گی کہ جن کے اثر سے اُن کا دماغ اس طرح کھولے گا کہ جس طرح آگ پر رکھی ہوئی ہنڈیا آگ کے جوش سے اُبلتی ہے اور کھولتی ہے۔[3] استغفر اللہ

یہ ساری تفصیلات عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آخرت میں کامیابی کی بنیاد صرف اور صرف صحیح عقیدہ پر موقوف ہے جو کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہو' اس لیے اصلاحِ عقیدہ کی فکر کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔ اس مثال سے بڑی اور کیا مثال ہو سکتی

---

[1] بخاری۔ کتاب مناقب الانصار: باب قصة ابی طالب' ح ۳۸۸۳۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب شفاعة النبی صلی اللہ علیہ و سلم لابی طالب' ح ۲۰۹۔
[2] بخاری۔ کتاب مناقب الانصار: باب قصة ابی طالب' ح ۳۸۸۵۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب شفاعة النبی صلی اللہ علیہ و سلم لابی طالب' ح ۲۱۰۔
[3] مسلم۔ کتاب الایمان: باب اھون اھل النار عذابًا' ح ۲۱۲۔

ہے کہ ایک طرف پیغمبروں کے سردار' خاتم الانبیاء' شافع روزِ محشر ہیں دوسری طرف ان کے چچا ہیں جو رسول ﷺ کی خاطر جان کی بازی لگاتے ہیں' نہایت محبت کرتے ہیں' بچپن سے لے کر جوانی تک ان کے دائیں بائیں' آگے پیچھے سے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والے دین کو برحق بھی جانتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ سے محبت کا نتیجہ تھا کہ وہ ساری دُنیا کی قوتوں سے ٹکر لینے پر تیار ہو گئے اور اسی بنا پر اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ بھتیجے تجھ تک وہی پہنچ سکتا ہے جو مجھے مٹی کے نیچے دفن کر دے یعنی میری لاش سے گزر کر ہی تجھ پر ہاتھ ڈالنا ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ رسول ﷺ سے اور رسول ﷺ ان سے انتہائی محبت کرتے تھے۔ ان تمام باتوں اور محبتوں کے باوجود چونکہ ان کا عقیدہ درست نہ تھا اس لیے نبی ﷺ کے پیارے چچا کو بھی جہنم میں ڈال دیا گیا۔ ہم تم کیا چیز ہوتے ہیں!!!؟

عقیدہ میں نفاق کا نقصانِ عظیم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

> "ایک شخص کے متعلق کہ جو جنگ حنین میں کافروں پر جھپٹ جھپٹ کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہا تھا۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہے۔ وہ زخمی ہوا' اسے بہت زخم آئے۔ جنگ ختم ہوئی تو وہ خودکشی کر کے مر گیا۔"[1]

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

> "وَكَانَ مِنَ الْمُنٰفِقِيْنَ۔"

> "یعنی وہ شخص جس نے اسلام کی خاطر خوب جنگ کی وہ منافق تھا (یعنی اُس کا

---

[1] بخاری۔ کتاب المغازی: باب غزوۃ خیبر' ح ۴۲۰۴۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ' ح ۱۱۱ و عند البخاری ذکر خیبر۔ واللہ اعلم!

عقیدہ درست نہیں تھا)۔"

منافق دو طرح کے ہوتے ہیں اعتقادی اور عملی منافق۔ اعتقادی منافق تو وہ ہے کہ جس کے عقیدہ میں نفاق ہو اور یہ ابدی جہنمی ہے۔ دوسرا وہ کہ جس کا عقیدہ تو منافقین کا نہیں لیکن عملی کوتاہی ہے۔ یعنی اعمال ایسے ہیں مثلاً: وعدہ کرے تو پورا نہیں کرتا۔ ایسا شخص سزا کے بعد جنت میں داخل ہوگا لیکن جس کے عقیدہ میں نفاق ہوگا وہ ہرگز نہ داخل ہوگا' ہمیشہ جہنم کا ایندھن بنا رہے گا۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ جس کا عقیدہ درست نہ ہو اُس کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ قابل غور بات ہے کہ اعمالِ صالحہ یعنی نماز' روزہ وغیرہ میں سے فی سبیل اللہ جہاد کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان' مال قربان کرنا یہ سب سے اُونچی نیکی ہے کہ جس کو "جہاد" قرار دیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے متعلق فرمایا ہے کہ ((ذِرْوَةُ الْإِسْلَامِ الْجِهَادُ)) [1] کہ اسلام کی چوٹی اور عظمت جہاد (کی بنا پر) ہے۔ لیکن جس کا عقیدہ درست نہیں' قرآن و سنت کے مطابق نہیں اور جس کے دِل میں نفاق ہے ایسا شخص جنت میں نہیں جا سکتا۔

عقیدہ کی اصلاح تمام انبیاء علیہم السلام کا منہج

عقیدے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن جو کہ آخری نبی پر اُترنے والی آخری کتاب ہے اور سابقہ کتب سماویہ کی نسبت تمام سے اعلیٰ و ارفع بلند شان ہے۔ اس کتاب کے ۳۰ پاروں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس میں عقیدہ کی اہمیت بتا کر اصلاحِ عقیدہ کی دعوت نہ دی گئی ہو۔ اسی طرح ۱۱۴ سورتوں میں سے کوئی سورت ایسی نہیں کہ جس میں عقیدہ کی درستگی کی دعوت موجود نہ ہو بلکہ حقیقت یہ ہے

---

[1] ترمذی۔ کتاب الایمان: باب ماجاء فی حرمة الصلاة' ح ۲۶۱۶۔
ابن ماجه۔ کتاب الفتن: باب کف اللسان فی الفتن' ح ۳۹۷۳۔ نحو المعنی۔

قرآنِ مجید کا کوئی صفحہ ایسا نہیں کہ جس میں اصلاحِ عقیدہ کی دعوت نہ ہو۔

عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ دعوت عقیدہ کی اصلاح ہی تھی اور عقیدہ میں سے خاص طور پر عقیدہ توحید کی دعوت کہ اسی کی طرف تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوم کو بلاتے ہوئے اپنی عمریں صرف کر دیں اور کتنے ہی انبیاء علیہم السلام اصلاحِ عقیدہ کی اس دعوتِ حق کی پاداش میں اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر گئے کہ ان کی قوم نے ان کو اپنے باطل اور فاسد عقیدہ کو جھٹلانے کے جرم میں بے دردی اور سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل کر دیا۔ لیکن اس کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام نے بھی اس دعوت کو مسلسل جاری و ساری رکھا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے مربی اور نمائندہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو دُنیا میں مختلف خطوں میں بھیجے اُن کو بھی یہ تاکید کی وہاں جا کر عقیدوں کی اصلاح کریں' اپنے ایک صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی ایک موقع پر روانہ ہونے سے قبل یوں ارشاد فرمایا:

((فَاِنْ اَطَاعُوْكَ لِذَالِكَ فَاعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِم خَمْسَةَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ.)) [1]

"(اے میرے صحابی! جس علاقے میں تم جا رہے ہو وہاں کے لوگ) اگر توحید کے عقیدے میں تیری اطاعت کریں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔"

دیکھیں یہاں جملہ شرطیہ بولا جا رہا ہے اور اس سے ثابت یہ ہوا کہ اگر وہ لوگ توحید کے مسئلہ میں توحید کو ماننے کے عقیدہ میں تیری اطاعت کریں تو پھر اگلی اور بعد والی دعوت ان کو دینی ہے' یعنی عقیدہ کی درستگی باقی معاملات کی درستگی کی بنیاد اور اساس

---

[1] بخاری۔ کتاب الزکاۃ: باب وجوب الزکاۃ' ح ۱۳۹۵۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدعاء الی الشھادتین' ح ۱۹۔

ہے۔

مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اگر عقیدۂ توحید میں موافقت نہ کریں تو پھر بعد والی دعوت بھی نہیں دینی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ توحید ہوگی تو باقی معاملات و عبادات بھی مؤثر و قبول ہوں گی۔

جہاد فرض ہی عقیدہ کی اصلاح کیلئے کیا گیا

جہاد اور عقیدہ کا باہمی لازم و ملزوم کا تعلق ہے۔ جہاد عقیدہ کی درستگی کے بغیر مؤثر نہیں اور جان لینا چاہیئے کہ جہاد فرض ہی اس لیے ہوا کہ اہل دُنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کر کے ان کے عقائد کو درست کر کے اللہ کا کلمہ بلند کیا جائے۔ پہلے جہاد کو سمجھنا چاہیے کہ جہاد کس قدر فضیلت والا عمل ہے۔ اس امر کو واضح کرتے ہوئے امیرالمجاہدین محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ.))[1]

"بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔"

دیکھیں جہاد کی شان کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے جنت میں سو سو منزلہ محل تیار کر رکھے ہیں۔ کس صلہ میں؟ جہاد فی سبیل اللہ کے صلہ میں۔ اسی طرح عمل جہاد کی علو شان اور فضیلت ملاحظہ ہو کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (جہاد اور مجاہدین کی شان بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ: "جہاد تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔"[2]

---

[1] بخاری۔ کتاب الجهاد: باب درجات المجاهدين في سبيل الله، ح ۲۷۹۰۔

[2] مسلم۔ کتاب الامارة: باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه، ح ۱۸۸۵۔

یعنی مجاہد کے اللہ تعالیٰ تمام گناہ میدانِ کار زار میں لڑنے کے صلہ میں معاف فرما دیتے ہیں۔ ایک اور جہاد کی عظیم الشان برکت ملاحظہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی حرم بیت اللہ میں حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو کر لیلۃ القدر کی رات میں عبادت کرتا ہے (اس کے مقابلہ میں) دوسرا وہ شخص ہے جو معرکہ حق و باطل میں شریک ہو کر کچھ دیر کے لیے جہاد کرتا ہے۔ (اب ان دونوں میں سے بہتر کون ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد میں شریک ہو کر ایک گھڑی (کچھ دیر) جہاد کرنے والا اس عبادت گزار سے افضل ہے۔ [1]

اندازہ لگائیں جہاد جیسے عمل کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدر دانی کا اور جہاد کی شان اور فضیلت کا کہ بیت اللہ وہ مقام ہے کہ جہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک دو یا سو دو سو نہیں بلکہ ایک لاکھ نماز پڑھنے کے برابر ہے...... اور آگے سنیں کہ عبادت بیت اللہ میں ہو اور ہو بھی لیلۃ القدر کی رات میں کہ جس کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے کہ: ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾ کہ لیلۃ القدر کی صرف ایک رات میں کی گئی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ ایک ہزار مہینے ۸۳ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ اب اندازہ لگائیں کہ جگہ وہ کہ جہاں عبادت ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز پڑھنے کے برابر اور رات وہ کہ جس کی ایک رات میں کی گئی عبادت ہزار مہینوں یعنی ۸۳ سال کی عبادت کے برابر ہے (یعنی اگر ایک انسان ۸۳ سال عبادت کرتے ہوئے زندگی گزار دے تب جا کر کہیں اگر اللہ تعالیٰ نے عبادت قبول کر لی تو وہ لیلۃ القدر میں کی گئی ایک رات کی عبادت کے ثواب و فضیلت کے برابر پہنچے گا) لیکن اللہ کریم و رحیم کی شان بے نیازی تو دیکھیں، کبریا کی کبریائی تو دیکھیں۔ رب المجاہدین کی شانِ ربوبیت تو دیکھیں کہ اس قدر فضیلت اور اجر و ثواب والی رات میں کعبۃ اللہ میں حجر اسود کے سامنے بیٹھ کر عبادت کرنے والے کے مقابلے میں وہ فرماتا ہے کہ افضل یہ نہیں بلکہ مجھے پیارا وہ جانثار لگتا

---

[1] صحیح ابن حبان (۴۵۸۴) شعب الایمان للبیہقی (۴۳/۲ ح ۴۲۸۶)

ہے' فضیلت اُس کی ہے' افضل اس کی نسبت وہ ہے کہ جو ایک گھڑی (کچھ لمحات) میدانِ قتال میں جہاد کرتا ہے...... اللہ اکبر!

میرے بھائیو! آپ نے جان لیا کہ جہاد اتنا بڑا عمل کہ کائنات کا کوئی بھی نیک عمل اور عبادت اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن کبھی یہ سوچا ہے کہ اتنے فضیلت والے عمل کے جاری کرنے کا مقصد کیا ہے' یہ جہاد کیوں کیا جاتا ہے' اتنے بڑے شان و شوکت والے عمل کا مطلوب و مقصود کیا ہے؟؟...... آیئے ان سوالات کا جواب رسول ﷺ سے پوچھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.))[1]

"مجھے (میرے رب کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال (جہاد بالسیف' لڑائی) کرتا رہوں کہ جب تک وہ (اپنے عقیدوں کی اصلاح کر کے) لا اِلٰہ الّا اللہ کی گواہی نہ دے دیں۔"

معلوم ہوا (سابقہ احادیث کی روشنی میں) اتنی فضیلت اور شان والا عمل "جہاد" دُنیا میں عقیدے کو منوانے' اسے نافذ کرنے اور باطل و فاسد عقیدوں کی بیخ کنی اور اصلاح کے لیے اللہ جل جلالہ نے فرض کیا ہے۔ مختصراً یہ کہ جہاد کو فرض کرنے کا مقصد اور منشاء بھی یہ ہے کہ دُنیا والوں کو ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے وابستہ عقائد کی اصلاح کر کے' سب کی گردنیں جو غیروں کے سامنے جھکی ہوئی ہیں' کو اُٹھا کر ایک اللہ کے حضور جھکا دیا جائے۔ حتیٰ کہ جہاد کے نتیجہ میں ان کے عقاید اس طرح ہو جائیں کہ قرآن کی زبان میں:

﴿ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾

پوری دُنیا سے (غلط عقائد یعنی شرک وغیرہ کا) فتنہ مٹ جائے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے خالص ہو جائے۔ (یعنی عقیدہ توحید پوری دُنیا پر چھا جائے۔)

---

[1] بخاری۔ کتاب الایمان: باب (فان تابوا واقاموا الصلاۃ ....)' ح ۲۵۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللّٰہ' ح ۲۲۔

جب مجاہد بھی جہنم بھی جھونک دیا جائے گا

جہاں عقیدے کی تقویت' اعلائے کلمۃ اللہ یعنی عقیدہ کو منوانے کے لیے جہاد کو فرض کیا گیا ہے وہاں اتنی بڑی شان و شوکت اور فضیلت کے حامل مجاہد کی نجات و اُخروی کامیابی کا دارومدار بھی عقیدہ کی اصلاح و درستگی پر ہے اگر مجاہد جو کہ اللہ کے لیے جان نثار کرتا ہے' خون بہاتا ہے' سینے پر گولیاں کھاتا ہے' بموں کے پارچے اپنے جسم پر روکتا ہے' اپنے اَنگ اَنگ کٹواتا ہے۔ اتنی قربانیاں دینے والے مجاہد کہ جس کی عظمتیں احادیث کی روشنی میں آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کا عقیدہ بھی اگر درست نہ ہو گا تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے دربار میں ایک مجاہد شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ میں نے تمہیں زندگی دی' جوانی اور تندرستی دی' بتاؤ تم نے زندگی کیسے گزاری؟ وہ کہے گا: "اے اللہ! (میں تیرا نام بلند کرنے کے لیے) میدانِ قتال میں اُترا' تیرے دُشمنوں سے خوب لڑا (تاکہ تیرا نام بلند ہو جائے) حتیٰ کہ لڑتے لڑتے میں نے اپنی جان قربان کر دی۔"

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے جھوٹ بولا تُو تو صرف اس لیے لڑا کہ تمہاری شہرت ہو کہ بہت بہادر ہے' شجاع ہے او کما قال۔ (یعنی تیرا عقیدہ تو ریاکاری اور دکھاوے کا تھا نہ کہ میری رضامندی اور میرے کلمے کی بلندی کا) لہٰذا اس ریاکاری کی نیت والے عقیدے کا اس پر یہ وبال پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے تو وہ اس کو زنجیروں میں باندھ کر گھسیٹتے ہوئے ساری دُنیا کے سامنے جہنم کی طرف لے چلیں گے اور پھر اس کو اوندھے منہ پٹخا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا' [1] یہ نہ دیکھا جائے گا کہ یہ مجاہد ہے' غازی ہے' شہید ہے بلکہ اس کا عقیدہ دیکھا جائے گا (نیت کا لحاظ رکھا جائے گا) جو ریاکاری پر مبنی تھا اور اسی کی سزا اس کو یوں دی جائے گی۔ اس سے ثابت ہوا جہاد جہاں

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ: باب من قاتل للریاء والسمعۃ' ح ۱۹۰۵۔

عقیدے کی درستگی و اصلاح کرنے کے لیے فرض کیا گیا ہے وہاں اس جہاد جیسے عظیم عمل کے حاملین مجاہدین کا اپنا عقیدہ بھی اگر شرک و ریا کاری وغیرہ سے پاک ہو گا تو تب جہاد ان کو فائدہ دے گا ورنہ نہیں۔ اسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے نہایت پیارے صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ:

"قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور شہید ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: "تُو نے ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے کیا کیا؟" وہ کہے گا: "میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: "تُو جھوٹ بولتا ہے، تُو نے بہادر کہلوانے کے لیے جہاد کیا۔ سو دُنیا میں تجھے بہادر کہا گیا۔" پھر (فرشتوں کو) حکم ہو گا اور اسے مُنہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا...."[1]

ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے یہ اَمر ثابت ہوتا ہے اُخروی قیامت کے ہولناک لمحات میں پیغمبر ﷺ بھی ربِّ نفسی، ربِّ نفسی (اے رب میرے میری جان کو بچا لے، اے رب میرے میری جان کو بچا لے) پکار رہے ہوں گے۔ ان ہیبت ناک، ہولناک اور آزمائش کے لمحات میں کامیابی کا دارومدار صرف عقیدۂ صالحہ اور ایمان پر ہو گا اگر دُنیا میں عقیدہ درست ہوا اور اسی کے مطابق عمل کرتے رہے تو قیامت کے دن تمام پریشانیاں دور، مصائب و تکالیف ختم اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سرٹیفکیٹ مل جانے کے بعد وسیع و عریض جنتوں میں بیش بہا نعمتوں کے درمیان داخل کر دیا جائے گا۔ اور اگر عقیدہ درست نہ ہوا تو ناکامی مقدر ٹھہرے گی اور ہرگز بخشش نہ ہوگی اور اس کے نتیجے میں یوں بد عقیدہ شخص کو گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور اُٹھا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا کہ جہنم کا ایندھن بن کر یہاں رہ اور گلتا سڑتا رہ۔ لہٰذا آج ہی ہمیں اپنے عقیدے کی تحقیق

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ: باب من قاتل للریاء والسمعۃ، ح ۱۹۰۵۔

کر لینی چاہیئے کہ کہیں اس میں فاسد اور عجمی عقائد کی آمیزش تو نہیں۔ تحقیق کریں، جستجو کریں اور اپنے عقائد کی اصلاح کریں تاکہ آخرت میں ساقی کوثر کے ہاتھوں جامِ کوثر کے حقدار بن سکیں اور کامیابیاں ہمارا مقدر ٹھہریں۔

آہ!...... عقیدۂ توحید ہی اسلام کی اولیں اساس ہے

عقیدہ کا درست ہونا ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے۔ کاش کہ ہمیں اس بات کا علم ہو جائے اس عنوان کا اقتباس قرآن کریم سے لیا گیا ہے۔

ایک سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس عظیم الشان عنوان سے تو کسی دو افراد کو بھی اختلاف نہیں پھر اس سے آپ کا مقصد کیا ہے؟.... یہ تو تحصیل حاصل کے قبیل سے ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو میرے دل میں کھٹکی بھی نہیں کہ جو شخص علم، دعوت چاہتا ہے اور ان سے وابستگی رکھتا ہے کہ وہ اس اصول سے اختلاف نہیں کر سکتا لیکن ہم خود کو ان گروہوں کے سامنے پا رہے ہیں اور انہیں مخاطب کر رہے ہیں جو علم اور دعوت کی طرف اپنی فخریہ نسبت کرتے ہیں اور اس پہلی بنیاد میں ہم سے تنازع اور اختلاف رکھتے ہیں۔

اس دور میں عقیدہ کا معاملہ کوئی پہلا قضیہ نہیں رہا اگرچہ یہ بہت اہم اور بنیادی مسئلہ ہے مگر اب حالات بدل گئے ہیں' فی زمانہ ہمیں ہر کلمہ گو سے جو بھی لا الہ الا اللہ کہتا ہے دل بستگی کی ضرورت ہے تاکہ ہم الحاد و آوارگی وغیرہ کے خطرات اور چیلنجوں کا سامنا کر سکیں۔

کچھ لوگ اگرچہ ہمارے اس مؤقف سے متفق ہیں کہ عقیدہ پہلی بنیاد ہے' دوسرے کام بعد میں ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عملی طور پر تناقض اور تضاد کا شکار ہیں یعنی کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

جب ہمارے سامنے ان کے اعتقاد کی پردہ کشائی ہوتی ہے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ سب سے زیادہ عقیدہ کی تصحیح کے محتاج ہوتے ہیں۔ جب کہ یہ

حالت بہت بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہے کہ جو لوگ تعلیم و دعوت کے مرکز ہوں جن سے دعوت وارشاد کے سوتے پھوٹتے ہیں وہ لوگوں کے سامنے اپنے رب کی پہچان کیسے کروا سکیں گے' جو ابھی خود بھی اس خلاق عالم کی کماحقہ پہچان نہیں رکھتے وہ ان کے عقائد کی کیا اصلاح کریں گے!! .... جبکہ انہیں ابھی خود اپنے عقیدہ کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔

اس عنوان کے انتخاب کا ایک دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ وعظ و تذکیر کی جائے اور بصیرت افروزی پیدا کی جائے۔ اور ان اہداف و مقاصد عظیمہ کی یاد دھانی کروائی جائے' ہمارے بڑے بڑے دینی مراکز و مدارس کے قائم کرنے کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد یہ ہے کہ صحیح اسلامی عقیدہ پھیلایا جائے' بالکل اسی نہج پر اس کی نشرواشاعت کی جائے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے سمجھا تھا۔

عقیدہ و اعتقاد کی اصلاحی تعریف

علمائے اسلام کے نزدیک عقیدہ یا اعتقاد سے مراد یہ ہے کہ وہ پختہ حکم جس پر انسان بغیر تردد اور شک کے دل بستگی اختیار کرے۔

اس تعریف سے وہم' شک اور ظن (گمان) کے درمیان اور عقیدہ کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے' یہ تینوں عقیدہ میں شامل نہیں رہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عقیدہ ہی کو فقہ اکبر اور فقہ دیں و شریعت جیسے عظیم الشان ناموں سے تعبیر کیا ہے اور اسے ہی فقہ علم جیسے پر عظمت نام سے نوازا ہے۔

بہت سے علمائے اسلام نے ان اجمالی امور پر جنہیں انسان بطور عقیدہ اپناتا ہے' کے لیے توحید کا جامع نام استعمال کیا ہے۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ دین کے اہم ترین اصولوں میں سے ایک اہم اصل جو حاصل ہوتا ہے وہ ہے توحید۔ لا الہ الا اللہ ...... اسی توحید ہی کو ضمن میں لیے ہوئے ہے۔

توحید کی اقسام

علمائے کرام نے توحید کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) توحید معرفت و اثبات (۲) توحید قصد و عمل توحید معرفت واثبات یہ ہے کہ ربوبیت

اور اسماء وصفات ربانی میں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کو تنہا ماننا کسی کو ان میں شریک نہ ٹھہرانا۔ اور توحید قصد و عمل سے مراد اللہ تعالیٰ ہی کو الوہیت (الٰہ ہونے) کا سزاوار و مستحق تصور کرنا ہے۔

علم کلام والے اور توحید الوہیت

علم کلام والے اس عظیم الشان توحید کا نام اپنی اصطلاح میں اصول دین رکھتے ہیں اور شریعت کے دوسرے احکام کا نام فروع دین رکھتے ہیں۔ اگرچہ اس اصطلاح میں تنقید ہے۔ یہاں اس کی وضاحت کا موقع نہیں ہے' ہر مکتب فکر نے اپنے اپنے وصف اور اسم کے اعتبار سے اس توحید کی تعریف کی ہے۔

قرآنی اصطلاح میں توحید کی تعریف

سوال یہ ہے کہ قرآن پاک اس بارے میں کونسی اصطلاح اختیار کرتا ہے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ قرآن پاک توحید کے متعلقات و لوازمات پر "ایمان" کا لفظ استعمال کرتا ہے' ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ﴾ (الشوریٰ: ۴۲/۵۲)

"اور اسی طرح (اے رسول) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح (قرآن) تیری طرف بھیجی' اس سے پہلے تجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم قرآن کو نور بنایا ہے' اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں رہنمائی کرتے ہیں۔"

اسلام اور ایمان کا تعلق

جو چیز اجمالی طور پر واجب ہے کہ اس پر انسان اپنا قلبی عقیدہ اپنائے وہ اس ایمان (توحید) کے ارکان ہی ہیں۔ اس توحید (ایمان) کی خالی معرفت حاصل کر لینا اور اس کی معلومات رکھنا ہی ایمان نہیں کہلواتا بلکہ یہ علم و معرفت جب یقین کے درجہ پر فائز ہو اور ساتھ ہی اطاعت و سرافندگی اور

عمل کی وہ آمیزش بھی ہو جسے جبریل علیہ السلام والی حدیث میں اسلام کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے [1] تب اس کا نام توحید رکھا جائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ دلی تصدیق کے ساتھ عملی اقدام اٹھایا جائے تو پھر ایمان اسلام کی تعریف کو بھی ضمن میں لے لیتا ہے اگر خالی دلی معرفت کا نام ہی ایمان رکھ لیا جائے تو ایسے ایمان والا اور ابلیس و فرعون سب برابر ہیں کیونکہ شاید کائنات کے انسانوں میں سے کسی کو بھی رب کی اس قدر معرفت حاصل نہیں جتنی ابلیس کو ہے۔ صرف حسد و تکبر نے اسے تباہی سے دو چار کیا ہے اور یہی معاملہ فرعون کا ہے اگرچہ اس نے الٰہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن دل سے وہ جانتا تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے۔ چنانچہ اسے جواب دیا گیا تھا:

﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۤئِرَ ﴾ (اسراء: ۱۷/ ۱۰۲)

"اے فرعون تجھے معلوم ہے ان بصرت افروز نشانیوں کو زمین اور آسمانوں کے رب نے اتارا ہے۔ معلوم ہوا پروردگار حقیقی کا اسے علم تھا۔ تو رب کائنات کی صرف دلی پہچان ہی ایمان کے لیے کافی نہیں بلکہ اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے تب جا کر ایمان درست ہوتا ہے' صرف دل سے بغیرارکان اسلام کے رب کی پہچان تو ابلیس و فرعون رکھتے تھے۔ [1]

نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام والی اس حدیث میں اسی ایمان (توحید) کے ارکان بیان

---

[1] یہ اس حدیث کی جانب اشارہ ہے جس میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور رسول اللہ سے سوال کیے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: "فرشتوں اللہ تعالیٰ کی کتابوں پیغمبروں اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا" پھر انہوں نے اسلام کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دینا نماز قائم کرنا زکوۃ ادا کرنا روزے رکھنا اور حج کرنا" پھر انہوں نے اخلاص' قیامت و علامات قیامت کا سوال کیا اور آپ نے جواب دیئے۔ (بخاری۔ کتاب الایمان: باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ و سلم' ح ۵۰۔ مسلم' کتاب الایمان: باب الایمان ماھو و بیان خصائله' ح ۹'۔۱۰)

فرمائے ہیں جن کا عقیدہ رکھنا انسان پر واجب ہے۔ نبی ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ)) [1]

"اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر اچھی اور بری پر ایمان لانا یہ ایمان ہے۔"

ایمان میں سلف صالحین والا طریقہ اپنایا جائے

ہر انسان کا فریضہ ہے کہ وہ ان ارکان کی معرفت اسی طرح حاصل کرے اور اسی طرح ان کے بارے میں صحیح علم حاصل کرے اور اسی طرح ان پر اعتقاد رکھے اور انہیں اسی انداز پر سمجھے جس طرح کہ سلف صالحین کا طریقہ تھا۔

مثلاً جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ان کا سا طرز عمل اپنانے والے ہر دلعزیز ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ان ارکان کو سمجھا تھا' خصوصاً ائمہ اربعہ نے جو کہ ان میں سے سربر آوردہ ہیں۔ جیسا کہ سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ عبداللہ بن مبارک جیسی نابغہ روزگار ہستیاں ہیں' امام محمد بن اسماعیل بخاری' امام مسلم بن حجاج' شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہم اللہ جیسے بے مثال لوگ ہیں۔

یا ان جیسے جو بھی ان ارکان میں فہم و ادراک حاصل کرنے کے لیے ان کے نہج پر چلے ہیں اور انہوں نے ان ارکان کے مطابق عقیدہ و ایمان اختیار کیا ہے۔

ہمارا بیان کردہ یہ اصول پہلا فریضہ ہے جو مکلف پر عائد ہوتا ہے' قابل اعتبار علمائے کرام میں سے کوئی ایک بھی اس کے خلاف رائے نہیں رکھتا۔

---

[1] بخاری۔ کتاب الزکاۃ: باب وجوب الزکاۃ' ح ۱۳۹۵۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدعاء الی الشہادتین' ح ۱۹۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں الفقه فی الدین افضل من الفقه فی العلم (شرح فقہ اکبر) دین میں فقاہت حاصل کرنا علم میں فقاہت حاصل کرنے سے بہتر ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے دین سے توحید مراد لی ہے اور علم سے شریعت مراد لی ہے' دیکھئے امام رحمہ اللہ نے توحید میں فقاہت پیدا کرنا احکام شریعت میں فقاہت پیدا کرنے سے مقدم بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام ھروی انصاری رحمہ اللہ اپنی کتاب "اعتقاد اھل السنۃ" کے شروع میں فرماتے ہیں "سب سے پہلے بندے پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کرے اس کی تائید میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث آتی ہے۔ کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ اہل کتاب قوم کی جانب روانہ ہونے والے ہیں جب ان کے ہاں پہنچو تو سب سے اول انہیں اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیں جب وہ اسے پہچان لیں تو پھر انہیں بتانا رات اور دن میں اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں[1] (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ)

علمائے اسلام نے اور ائمہ کرام نے ہر حالت میں اس بنیادی قاعدے کو مد نظر رکھا ہے اور محقق مصنّفین کی تصنیفات میں بھی آپ کو اس کے آثار نظر آئیں گے۔ اگر آپ اس کی مثال دیکھنا چاہتے ہیں تو امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب جامع صحیح میں غور کریں جو کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے' تو اس میں دیکھ سکتے ہیں۔

اس جلیل القدر امام کی دقتِ فہم اور دینی فقاہت کا کھوج لگانے سے علمی پیاس بجھتی ہے اور بیمار ذہنیت کو تندرستی میسر آتی ہے۔

آپ نے اپنی کتاب کا آغاز بدء الوحی (آغاز وحی) سے کیا ہے پھر اس کے بعد کتاب

---

[1] مکمل حدیث یوں ہے کہ اس کے بعد زکوۃ لینا اور زیادہ عمدہ مال نہ لینا' درمیانہ لینا' یہ ایسا صدقہ ہے جو امرا سے لیا جاتا ہے اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا (متفق علیہ)

الایمان تحریر کیا ہے پھر کتاب العلم لائے ہیں۔ یہ ترتیب اس لیے رکھی گئی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ انسانی ذہنوں میں یہ بات بٹھانا چاہتے ہیں کہ سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ انسان ایمان لائے اور ایمان حاصل کرنے کا ذریعہ جو ہے وہ علم ہے اور ایمان و علم کا سرچشمہ جس سے ان دونوں کے سوتے پھوٹتے ہیں وہ وحی ہے۔ بعد ازاں وحی کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کے نزول کا انداز بیان ہوا ہے پھر اس کے بعد ایمان اور علم کو ذکر کیا ہے اس ترتیب نے معاملہ کی حقیقت آشکارا کر دی ہے کہ اولیت ایمان (توحید) ہی کو حاصل ہے۔

ہماری گذارشات جو ہم اس وقت پیش کرنا چاہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے اور یہی ہماری صدا ہے جسے ہم بلند آہنگی سے اٹھا رہے ہیں کہ عقیدہ کی صحت سب سے مقدم معاملہ ہے ایمان اور علم اس تک رسائی دینے والے ہیں اور علم و ایمان کا چشمۂ صافی کتاب و سنت ہیں۔

ہم اس اولین بنیاد کو شرعی دلائل کی روشنی اور قرآنی نصوص اور احادیث نبویہ ﷺ کی رو سے پیش کریں گے

یہی ہمارے علم و ایمان کا منبع ہیں اور ہمارے فیصلہ کا یہی بنیادی ستون ہے اور ہمارے موضوع کی یہی اساس ہے آپ جب ان قرآن وحدیث کی نصوص (واضح احکام) پر غور فرمائیں گے تو آپ یہی محسوس کریں گے کہ یہی نصوص اس بنیاد کو ثابت کرنے میں تقویت دیتی ہیں اور اس قاعدہ میں مزید نکھار پیدا کرتی ہیں۔

قرآنی دلائل

آپ جب قرآن کریم کی نصوص میں غوروفکر فرمائیں گے تو احکام و شریعت کے متعلق آیات آپ کو کم ملیں گی کہ ان کی تعداد محدود اور تھوڑی ہے۔

مگر زیادہ تر آیات ایک ہی موضوع کے گرد گھومتی ہیں' وہ ہے ایمان۔ یہ آیات قرآنی اسے ہی مختلف اسلوبوں صورتوں اور بیان کے مختلف ذرائع بروئے کار لا کر پیش کرتی ہے۔

وہ ذرائع ہمارے ابھرے ہوئے اور واضح معاملات بیان کرتے ہیں جو معاملات ہمیں اس ایمان کی تعلیم دیتے ہیں اور ہمیں ایمان کی تصحیح کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور اعمال صالحہ کے ذریعہ ہمارے نفوس و اذھان میں تقویت پیدا کرتے ہیں۔

- یا یہ قرآنی آیات نواھی (منع کرنے والے احکام) کے ذریعہ علاج کرتی ہیں جو ہمیں ایمان توڑنے والی اور ایمان مخالف اشیاسے روکتی ہیں۔
- وہ قرآنی آیات ایسی مثالیں بیان کرتی ہیں جو ایمان کے معانی کو مخاطبین کے اذھان کے قریب تر کرتی ہیں اور ان کے دلوں کو پختہ کرتی ہیں۔
- یا یہ آیات قرآنی سابقہ انبیائے کرام اور پیغمبرانِ عظام کے واقعات بیان کرتی ہیں اور کفرو ایمان کے لحاظ سے اور ان کی امتوں نے ان کے متعلق جو مؤقف اختیار کیا تھا وہ بیان کرتی ہیں۔
- یا اھل کتاب کے ساتھ جو کہ ایمان کے صحیح مفہوم سے انحراف کر گئے تھے اور سر کشی پر کمربستہ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کا شکار ہوئے جیسا کہ یہودی ہیں یا گمراہی کا پھندا گلے میں ڈال لیا جیسا کہ عیسائی ہیں' ان پر مناقشہ و مباحثہ پیش کرتی ہیں۔

بہر صورت اگر تامل کریں گے تو قرآن کریم کی بیشتر آیات مبارکہ مخاطب کو صحیح ایمان کی طرف متوجہ کرتی ہوئی اور مخاطب کی تعلیم و تربیت کرتی ہوئی ہی نظر آتی ہیں تاکہ ایمان کی ضیاء باری سے اس کے عقیدہ کا ہر تاریک گوشہ جگمگا اٹھے اور صحت سے ہمکنار ہو۔

سورت فاتحہ میں بیان کی گئی اول بنیاد توحید

قارئین کرام ! اب ہم آپ کی توجہ ادھر دلانا چاہتے ہیں قرآن پاک کا افتتاح سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہوا ہے۔ یہ ام القرآن (قرآن کی اصل) یہ فاتحۃ الکتاب (شروع کرنے والی) ہے' اسے قرآن عظیم (بہت بڑا قرآن) قرار دیا گیا۔ ہے یہی وہ سبع مثانی (سات آیات ہیں جو دہرائی جاتی ہیں) جسے ایک مومن روانہ اپنی نماز میں دہراتا ہے

اور یہی وہ سورت ہے جس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

اس سورت کا مضمون دیکھیں جبکہ یہ وہ سورت ہے جس کے ساتھ قرآن پاک کا افتتاح ہوا ہے اور یہ وہ قرآن پاک کا آغاز ہے جس کا قاری کو سب سے پہلے سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ ایک پر عظمت سورت معبود حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعریف پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسما (نام) و صفات کی اس میں تعریف ہے' اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی تعریف ہے اور اللہ تعالیٰ کی الوھیت کی تعریف ہے۔

یہ بعث (مرکر اٹھنے) اور آخرت میں جزا و سزا پر مشتمل ہے اور ضمناً انبیائے کرام کی نبوتوں اور فرشتوں کے ثبوت اور تقدیر کے اثبات پر مشتمل ہے۔

یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے اسماء و صفات کی وجہ سے معبود حقیقی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے تین اسمائے گرامی ذکر کیے گئے ہیں جو کہ اسمائے حسنیٰ (اللہ تعالیٰ کے اچھے ناموں) کا لب لباب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات علیا (بلند صفات) کا مرکز د محور ہیں' وہ ہیں:

۱۔ اللہ ۲۔ رب ۳۔ رحمٰن

اور رب سبحانہ و تعالیٰ کی تعریف اللہ تعالیٰ کےپاس فرمان میں ہے رب العالمین اللہ تعالیٰ جہانوں کا رب ہے۔ رب کی تعریف یہ ہے کہ جو خالق ہو مالک ہو اپنی مخلوق میں اپنا حکم چلانے پر اختیار رکھتا ہو اور وایاک نستعین (خاص تیری ہی ہم مدد چاہتے ہیں) ربوبیت (خالق ہونے کا) کا تقاضا یہی ہے کہ مدد اسی سے طلب کی جائے مطالبہ اسی کی بارگاہ میں پیش کیا جائے اور توکل اسی پر ہو۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی الوہیت (معبود ہونے) کی تعریف یہ ہے کہ سورت کے شروع میں الحمد للہ (تمام تعریفات خاص اللہ کے لیے ہیں) کا جملہ لایا گیا ہے الہ تعالیٰ کہتے ہی معبود حقیقی کو ہیں' لفظ اللہ یہ اسم اعظم الوھیت پر مشتمل ہے' تو یہ سورت جسے فاتحۃ الکتاب کہتے ہیں اس کا آغاز ہی الوھیت سے ہوتا ہے اور ایاک نعبد (ہم خاص تیری

عبادت کرتے ہیں) جو فرمان الٰہی ہے' اس میں بھی الوھیت کی ہی جھلک نظر آتی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ ہی معبود حقیقی ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ عبادت کی تمام اقسام کا مرکز بھی اسے ہی قرار دیا جائے' اس کے غیر میں ذرہ برابر رجوع نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت ایاک نعبد وایاکِ نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) یہ دو عظیم بنیادوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے' جو کہ دونوں ہی دین کے اصول اور قرآن پاک کے بنیادی مقاصد ہیں۔

(ا) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں توحید اختیار کرنا اور دعاء و استقامت میں بھی اس ہی کی وحدانیت کو اپنایا جائے اور توکل بھی اسی پر کیا جائے۔ یہی ربوبیت کا اصل تقاضا ہے' نبی ﷺ اکثر اپنے کلمات و اذکار میں ان ہی دو بنیادوں (توحید عبادت اور دعاء و استقامت میں توحید) کا خلاصہ بیان کیا کرتے تھے۔

مثلاً: قربانی کرتے وقت فرمایا: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنْكَ وَلَكَ [1] اے میرے اللہ! یہ تجھ سے ہے اور تیرے لیے ہے' اس میں جملہ ھٰذا مِنْكَ (یہ تجھ سے ہے) یہی اِیَّاكَ نَسْتَعِيْن (ہم تیری مدد چاہتے ہیں) کی تفسیر ہے۔ وہی رب سبحانہ ہے جس نے پیدا کیا رزق دیا وہی تنہا مالک ہے ہر چیز اسی سے ملی ہے پس مدد بھی اس کے علاوہ کسی سے طلب کرنا جائز نہیں اور ہر مطالبہ اسی کی بارگاہ بلند و بالا میں پیش کیا جائے اور (وایاک نستعین خاص تیری ہی مدد مانگتے ہیں) آیت میں بھی یہی اشارہ ہے۔

اور وَلَكَ (واسطے تیرے) یہ الوھیت کا مفہوم دے رہا ہے یعنی وہ الٰہ معبود حقیقی ہے تمام عبادات اسی کے لیے خاص اور ضروری ہیں' ایاک نعبد خاص تیری ہی عبادت

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الضحایا: باب ما یستحب من الضحایا' ح ۲۷۹۵۔

[2] ابن ماجہ' کتاب الاضاحی: باب اضاحی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم' ح ۳۱۲۱۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مزید یہ ہے کہ آپ پہلے دعائیں پڑھتے انی وجھت وجھی للذی الخ اور پھر درج شدہ الفاظ بھی دھراتے اور کہتے بسم اللہ واللہ اکبر پھر جانور ذبح کرتے (ابن ماجہ تحقیق محمد فواد عبدالباقی)

کرتے ہیں) میں یہی اشارہ ہے جو وَلَكَ (تیرے لیے) میں بیان ہوا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کی بے شمار آیات ان ہی دو اصول پر مشتمل ہیں' ارشاد ہے:

﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ﴾ (هود: ۱۲۳/۱۱)

''اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر توکل کیجئے۔''

﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا ﴾ (ممتحنه: ۶۰/۴)

''اے ہمارے رب تیرے اوپر ہی ہم بھروسہ کرتے ہیں اور تیری طرف ہی ہم رجوع کرتے ہیں۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴾ (رعد: ۱۳/۳۰)

''کہہ دیجئے وہی میرا رب ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی جانب لوٹنے کی جگہ ہے۔''

سورت فاتحہ میں یوم آخرت کا عقیدہ

مرکر اٹھنا اس دن جزا و سزا ملنا اور آخرت کے متعلق عقیدہ رکھنا اس کا ذکر مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ (وہ جزا کے دن کا مالک ہے) میں ہے۔ یہ وہ روز قیامت ہے جس میں کہا جائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج فرمانبروائی کس کی ہے؟ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو جواب آئے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (مومن: ۴۰/۱۶) اللہ واحد کے لیے جو غالب ہے مالک کی یوم الدین کی جانب اضافت کے ذریعہ تخصیص کرنے کا یہی سبب ہے اور ملک کی یوم الدین (جزا کے دن کی جانب) تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس بہت بڑے دن میں کھڑا ہونے کی ہیبت سے آگاہ کر دیا گیا ہے' کہ یہ وہ روز حساب ہو گا اس دن کوئی فرد بشر بھی اپنی فرمانروائی کا دعویٰ نہ کر سکے گا جیسا کہ دنیا میں دعویٰ کر لیتا تھا' وگرنہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں کا مالک ہے۔

سورت فاتحہ میں نبوتوں کا ذکر

اس سورت میں نبوتوں کا ثبوت کئی وجہ سے ملتا ہے۔ ربوبیت کا تقاضا ہے کہ رب سبحانہ و تعالیٰ اپنے

بندوں کو بے کار نہ چھوڑ دے۔ وہی ہے جو انسانوں کی پرورش ان نعمتوں کے ذریعہ کرتا ہے جس سے ان کے جسموں کی اصلاح ہوتی ہے اور وہی ہے جو ہدایت کے ذریعہ ان کی پرورش کرتا ہے جس سے ان کے دلوں اور روحوں میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اس کی الوہیت (اس کے الہ ہونے) کا تقاضا یہ ہے اور الہ و معبود ہوتا ہی اس لیے ہے جو اس نے عبادت کا طریقہ بتایا ہے وہ اس طریقہ عبادت کے بغیر راضی نہ ہو' اس لیے وہ اپنے پیغمبر بھیجتا ہے اور راہ مستقیم کی راہنمائی کے لیے اس نے کتابیں نازل کی ہیں اور اپنی عبادت کے طریقہ کی وضاحت کی ہے۔ دراصل نبوتوں کو ثابت کرنا وحی کا اثبات ہے اور ان پر نازل شدہ کتابوں کو ثابت کرنا اور بھیجنے والے اور بھیجے ہوئے کے دریان رابطہ ثابت کرنا بذریعہ فرشتہ ہی ہوتا ہے' یوں اس سورت سے نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔

سورت فاتحہ سے تقدیر کا ثبوت

اس سورت س قضاء وقدر کا ثابت کرنا وہ ہم نے اس اشارہ سے نکالا ہے کہ:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ (الفاتحہ: ۱/۵ تا ۷)

"اے رب کریم! دکھا ہمیں راستہ سیدھا راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔"

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے طلب ہدایت کی اساس واصل یہ ہے کہ ہر معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہے' ہدایت و ضلالت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے' وہی ہر چیز کے مقدر تیار کرتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنی شاہی میں تصرف رکھتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ صراط مستقیم کی جانب اسی سے راہنمائی طلب کی جائے اور غصب آلودہ اور ضلالت چشیدہ راہوں سے اسی کی پناہ بے پناہ طلب کی جائے۔

جب قضاوقدر بھی اس وحدہ کی ربوبیت کا تقاضا ہے تو رب سبحانہ ہی نے کائنات کی تخلیق فرمائی ہے' وہی اس کی تدبیر کر رہا ہے اور اپنی مشاء کے مطابق اس میں تصرف کرتا ہے۔

﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴾ (انبیاء: ۲۱/۲۳)

"وہ جو کرتا ہے اسے کوئی بھی پوچھ نہیں سکتا اور سب اس کے کٹہرہ مسؤلیت میں کھڑے ہیں۔"

اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی پہلی سورت مقاصد ایمان کا خلاصہ اپنی سنہری تہوں میں رکھے ہوئے ہے۔ یہ وہ مطالب و مقاصد ہیں بندے سے سب سے پہلے انہی کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ اللہ پاک ہے جس کا یہ کلام ہے۔

سنت نبویہ ﷺ سے توحید کی اولیت کا ثبوت

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے شیخ الاسلام ھروی رحمہ اللہ نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے یہ صحیح حدیث ہے جو بخاری مسلم میں آتی ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے گورنر بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ آپ اھل کتاب کی ایک قوم کے پاس جانے والے ہیں۔ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ کہ (انہیں لا الہ الا اللہ کی گواہی کی دعوت دیں اگر وہ یہ قبول کرلیں تو انہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ نمازیں دن اور رات میں فرض کی ہیں[1] (الآخر)

یہ حدیث اس اصل کی تائید میں بالکل واضح ہے اس میں زیادہ شرح کی ضرورت نہیں۔ نبی ﷺ نے اس قاعدہ کو (توحید کی پہلی بنیاد ہے) عملی طور پر اپنی دعوت میں جگہ دی ہے۔ آپ مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک ٹھہرے ہیں' اس دور میں آپ لوگوں کو اسی ایمان و توحید ہی کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسی پر تربیت کرتے رہے اور اسی سے لوگوں کے عقائد کی تصحیح فرماتے رہے یہی وہ منہج تھا جس پر یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروان چڑھے۔ سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

---

[1] بخاری۔ کتاب الزکاۃ: باب وجوب الزکاۃ' ح ۱۳۹۵۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدعاء الی الشھادتین' ح ۱۹۔

((تَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا إِيْمَانًا))[1]

"ہم نے پہلے ایمان کی تعلیم پائی پھر ہم نے قرآن سیکھا یوں ہم نے اس طریقہ سے ایمان میں اضافہ حاصل کیا۔"

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

ہم نے کچھ زمانہ اس طرح گزارا کہ ہم میں سے ایک قرآن سے پہلے ایمان سے آشنا ہوتا پھر سورت نازل ہوتی تو ہم اس میں سے حلال حکم یا حرام حکم سیکھتے اس کی (منہیات و رد کی ہوئی باتیں) اور اوامر (احکامات) اور جو بھی ہمارے لیے ضروری تھا اس کی تعلیم حاصل کرتے تھے مگر اب مجھے ایسے آدمیوں سے واسطہ پڑ رہا ہے کہ اسے ایمان سے پہلے قرآن سے تعارف کروایا جاتا ہے وہ سورت فاتحہ سے لے کر اختتام قرآن تک پڑھ جاتا ہے مگر اسے اس کے امر اور اس کی نہی (ممانعت) کا پتہ تک نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس میں اس قرآن پاک کے متعلق کوئی واقفیت و صلاحیت پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ اسے ردی کھجور کی مانند بکھیر رہے ہیں یعنی تیزی سے بغیر غور کیے گزر جاتے ہیں۔[2]

یہ وہ منہج ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی کہ ایمان پہلے قرآن بعد میں، جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خوب تفسیر فرمائی ہے کہ دین کی فقہ علم کی فقہ سے مقدم ہے یعنی عقائد کی درستگی پہلے ہوگی پھر اس کے بعد دین کے تمام مقاصد کا درجہ آتا ہے۔

عقیدہ ہی پہلی چیز ہے اس پر زور کی وجہ

اس پر زور دینے کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی زندگی عقیدہ کی صحت کے بغیر درست ہی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اسلام کی صحت برقرار رہ سکتی ہے، حقیقت ایمان کا ذوق رکھے بغیر۔

---

[1] ابن ماجه. كتاب المقدمة: باب في الايمان، ح ٦١۔

[2] مستدرك حاكم (٣٥/١)

انسان بھی ایک حیوان ہے لیکن یہ ارادہ اور عقل والا حیوان ہے۔ یہی ارادہ جو اختیار و قدرت رکھتا ہے' افعال انسانی کا محرک ہے اور عقل اس ارادہ متحرکہ کو متوجہ کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ مگر جب گردش عقل میں تعطل پیدا ہوتا ہے تو بہت خرابیاں آتی ہیں۔

لیکن یہ بات ہے کہ عقل میں یہ استطاعت نہیں ہے کہ یہ ارادہ کو صحت و سلامتی کی سمت متوجہ کر سکے مگر یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب ابتدائی چیزوں کا مجموعہ اور ثابت اور واضح مقاصد کثرت سے میسر ہوں' جو امور ضروریہ کے متعلقہ ہر قسم کے سوالات کے جوابات دے سکیں' جو اس عالم الغیب والشہادۃ کی معرفت کے لیے انسان کو ضروری چاہئیں' جب سے ابتدائی چیز جو ثابت اور واضح ہیں ان کا مجموعہ وافر مقدار میں میسر ہو گا جسے ہم نے اصطلاحی نام عقیدہ دیا ہے تو پھر عقل اس کی سلطنت و کشور کشائی کے سامنے جھک جاتی ہے اور اس کی نورانی کرنوں سے روشن ہو جاتی ہے اور یہ عقل تمام قسم کے تصورات کو دل کے علاقے میں پختہ علم کا اشارہ دے کر جلدی سے بھیج دیتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ دل کی یہ سرزمین لہلہائے اور حیات نو پائے تو اس میں یہ ایمان کا بیج ٹھہر جاتا ہے پھر یہ اعمال صالحہ کے ذریعہ نشوونما پاتا ہے یہاں تک کہ یہ شجر ایمان اپنے اللہ کے حکم سے ہمہ وقت پھل دیتا رہتا ہے۔

لیکن جب یہ ابتدائی باتوں اور مفہومات کی تعداد کم مقدار میں ہو یا پوشیدہ ہوں نمایاں نہ ہو یا آپس میں تناقص (مخالفت) کا شکار ہوں یا ناقص ہوں تو عقل ارادہ انسانی صحیح طور پر متوجہ کرنے سے عاجز آ جاتی ہے۔ پھر جب اس کے معالج (اصلاح کرنے والے) اس ارادہ کے علاج معالجہ اور درستگی کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور وہ اس دل کا علاج معالجہ تو کرتے ہیں مگر اس کی علت کی بنیادی وجہ نہیں سمجھ پاتے یا پاتے تو ہیں مگر باوجود محنت بسیار کے وہ ان مفہومات کو جو نمایاں ہیں اس میں پیدا نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے وہ ناکام ہو جاتے ہیں جس سے ارادہ کے لیے مطلوب حرمت پیدا نہیں ہوتی' عقل اس ارادہ کو راہِ سلامتی کی جانب کبھی بھی گامزن نہیں کر سکے گی اور نہ ہی غلبہ حاصل کر سکے

گی۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب عقیدہ ثابتہ اور واضح جو ہے جس کی وجہ سے اس عقل پر حاکمانہ تسلط قائم کیا جا سکتا ہے یہ وافر مقدار میں موجود نہ ہو۔

عقیدہ کی تصحیح پہلی بنیاد ہے

امت مسلمہ کو زیادہ تر شر و فتن اور مصائب کا شکار اسی لیے ہونا پڑا ہے اور سخت ترین آزمائشوں کی بھٹی میں اس لیے پڑی ہے کہ اس کا عقیدہ الٹ چکا ہے' اس کے ابتدائی تصورات اور سیاسی امور خرابی کا شکار ہیں اور اس کا سبب یہی ہے کہ توحید میں خلل واقع ہو چکا ہے۔

جب عقیدہ ایک ہو اور ایک ہی اصل کے سایہ میں زندگی گزاریں تو فقہی اختلاف قابل مذمت نہیں' زندگی کے لیے کسی بھی موڑ پر فقہی اختلاف مذموم نہیں بشرطیکہ ایک ہی بنیاد اور اصل کے جھنڈے کے نیچے اکٹھے ہو جائیں۔

اھل سنت کے فقہ میں متعدد مذاہب ہیں' کوئی حنفی ہے' کوئی مالکی ہے' کوئی شافعی ہے' کوئی حنبلی ہے' کوئی سفیانی ہے کوئی اوزاعی ہے لیکن یہ سب ایک ہی عقیدہ کے سائے میں رہتے ہیں' ان کا مرکزی اصول ایک ہی ہے۔ مگر جب بنیادی عقیدہ میں اختلاف وقوع پذیر ہو جائے تو آزمائشوں اور محنتوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔

اسلامی جماعتوں کی تاریخ میں جماعت سے انحراف کرنے والے گمراہ فرقے مثلاً خارجی وغیرہ اسی چیز کی پیداوار ہیں۔ ایمان و توحید کے مسائل میں ان کی غوغا آرائی اور خارجیت زدہ ہونے کا سبب ہی ان کے تصورات میں فساد کا آنا اور عقیدہ کے مسائل کے بارے میں شناسائی نہ رکھنا ہے۔

قیامت کے منکر یا خلافت صدیق اور ان کی صحابیت کے منکر کے پیچھے نماز نہیں یا سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سب و شتم کرے یا شفاعت کا منکر ہو یا کوئی بھی اسلام کا اظہار کرتا ہے مگر اس کے مٹانے والے کام کرتا ہے اس کے پیچھے نماز نہیں۔

یہ معتزلہ ہیں انہوں نے بھی یہی شور مچایا ہے جھگڑا کیا ہے اور اختلاف کیا ہے تو اعتقاد ہی کے بارے میں کیا ہے' ایمان تقدیر اور اسماء و صفات الٰہی میں مختلف ہوئے ہیں۔ انہیں جس قدر بھی حسن نیت پر قیاس کریں یہ گمراہ ہیں یا جہمیہ فرقہ کے غالی (حد سے

بڑھنے والے) کی مانند ملحد و بے دین ہیں۔

عقائد کے معاملہ میں اختلاف کوئی ایسا اختلاف نہیں جو معاف کر دیا جائے' یہ کبھی معاف نہ ہو گا' یہ وہی اختلاف ہے جس سے قرآن پاک نے ہمیں بچنے کا حکم دیا ہے اور یہ وہی فرقہ بندی ہے۔

نبی ﷺ نے ہمیں اپنی مشہور حدیث میں آگاہ فرمایا تھا کہ عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی' تمام کے تمام دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے' لوگوں نے کہا وہ کونسا ہے؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا:

((مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ))[1]

"جو وہ چیز اپنائیں گے جس پر میں اور میرے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔"

اگر آپ ان فرقوں کے بارے میں غور کریں گے جنھوں نے اپنے عقائد کی دھائی دے رکھی ہے اور امت کو اس میں مشغول کر رکھا ہے تو آپ انہیں تین بنیادی منہجوں (طریقوں) پر پائیں گے۔

① علم کلام والا طریقہ ہے علم کلام یونانی فلسفہ سے حاصل شدہ ہے کیونکہ علم کلام کی اصل کا مرجع ارسطو یونانی کا علم منطق ہی ہے۔ یہ علم ارسطو کے یونانی قاعدوں پر ہی مبنی ہے۔ اگرچہ بعض معمولی تبدیلیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان کا اصلی جوہر پھر بھی باقی رہتا ہے علم کلام والوں نے اسلامی عقیدہ خود بھی منطق یونانی کے اندر میں سمجھا ہے اور دوسروں کو بھی اسی انداز پر سمجھانے کی کوشش کی ہے بلکہ یہ کہنا بھی مبالغہ نہیں کہ انہوں نے ان قواعد کو ہی مضبوط کیا ہے جو یونانی تک پہنچاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بشری اجتہاد کے ذریعہ جو کہ معصوم نہیں کتاب و سنت کی ان نصوص (احکام) میں فیصلہ ٹھونسنے کی کوشش کی ہے جو کہ معصوم ہیں۔ یہ بعید نہیں کہ ان کا مبلغ علم عقل ہے وحی نہیں

[1] ترمذی۔ کتاب الایمان: باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامة' ح ۲۶۴۱۔ مستدرک حاکم (۱۲۹/۱)

بلکہ انہوں نے وحی کو عقل کے تابع کیا ہے' ان کا نظریہ ہے جب عقل اور وحی آپس میں ٹکرا جائیں تو عقل کو مقدم کیا جائے جبکہ یہ بہت ہی غلط بات ہے۔

﴿۲﴾ دوسرا منہج (طریقہ) صوفیوں کا ہے ان کی نسبت تصوف کی جانب ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ تصوف ایک مستقل منہج طریقہ ہے۔ اس کے اسلوب ہیں' اصول ہیں' اور اصطلاحات ہیں۔ پہلے علمائے کرم نے اور ہمارے ہمعصر علمائے کرام کے بیان کے مطابق یہ صوفیوں والا منہج باہر سے آیا ہے۔ یا تو ہندوستان سے یا یونان سے۔ اس کی اجنبی جہت متعین کرنے میں اختلاف ہے کہ یہ کس علاقہ سے ہماری طرف آیا ہے بہر حال یہ اجنبی اسلام کا اپنا نہیں۔

اس صوفیانہ مذہب میں اللہ عزوجل کے تقرب عبادت او بندگی کے اسلوب ایسے نہیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوں' چند ایک خود ساختہ و ظائف ہیں جن پر روحانی ریاضت کی جاتی ہے نفس مارنے اور قوت توڑنے کے لیے مختلف ذرائع اختیار کرتے ہیں' جن کے کئی طریقے ہیں اور جن کی حد بندی کے یہ بہت سختی سے پابند ہیں' پھر ریاضت کے یہ طریقے اپنا کر انہیں بہت لمبے چوڑے عنوان دیتے ہیں کہتے ہیں: یہ حقیقت ہے' یہ معرفت ہے وغیرہ اور خود اپنے آپ کو اہل باطن کہتے ہیں اور جو لوگ نبی ﷺ کے تابع فرمان ہیں' آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کے ساتھ وابستہ ہیں' یہ انہیں اھل شریعت اور اہل ظاہر کہتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں اگر ان کے پاس ایسے وظائف ہیں جو انہوں نے اللہ عزوجل کی بندگی اور تقرب کے لیے بنا رکھتے ہیں اور اہل ظاہر انہیں نہیں جانتے تو یہ بتائیں یہ انہیں کہاں سے لے آئے ہیں کہ جن کا شریعت والوں کو بھی پتہ نہیں۔

علم کلام والے کا مرکز عقل ہے اور صوفیوں کا مرکز ذوق ہے ذوق سے کشف اور مشاہدہ مراد ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی بھی ان اصطلاحات کے معانی تک سے واقف نہیں اور نہ ہی کوئی ان کے پاس ضابطہ ہے جو وضاحت کرے کہ یہ یہ اشیاء ذوق ہیں یہ

نہیں اور نہ ہی انہیں ان کے متعلق کچھ معلوم ہے نہ پہچان ہے۔[1]

یہ ایک عجیب و غریب بات ہے بلکہ ایک المیہ ہے کہ کوئی کہتا ہے ذوق مختلف ہیں کوئی کہتا ہے ذوق ایک ہی ہے' فیصلہ نہیں کر سکے۔

(۳) تیسرا منہج بت پرستی کا ہے' یہ پہلے دونوں طریقوں سے مختلف ہے' اس کا تو اسلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ اسی گروہ سے وہ فرقے نکلے ہیں جنھوں نے بشر کو معبود بنا لیا ہے اور ان کی اتنی تقدس و پاکیزگی کی ہے کہ ان کی جانب الوہیت (معبود ہونے کی) خصوصیات منسوب کر دی ہیں' زیادہ تر رافقی اسی طریقہ کی جانب منسوب ہیں۔ باطنی اور اسماعیلی بھی اس قبیل سے ہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود ایسے لوگ جو ان جیسے غلط عقائد رکھنے والوں کو امت مسلمہ میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں کوئی علم ہے۔ یہ تو جہالت اور دین میں تکلف ہی پیدا کرتے ہیں۔ ان کے لیڈر دیہاتی' سخت اور سنگدل تھے۔ زیادہ تر بدعتی اور دنیاوی اغراض پرست تھے۔ ان کے اصل کی جانب اتریں تو وہ تمیمی جس نے نبی ﷺ کی تقسیم مال پر انکار کیا تھا۔ کہنے لگا: "یہ اس تقسیم میں رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں۔ اے محمد! ﷺ عدل کرو۔ نبی ﷺ نے اس پر سخت برہمی کا اظہار کیا اور فرمایا جب میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا۔[2] آپ خارجیوں میں خواہ کسی بھی دور میں ہوں' دو وصف نمایاں پائیں گے۔ جن کی وجہ سے یہ ہلاک ہوئے نہ ہی ان کی حسنِ نیت کی اور حسن عبادت کی سفارش ہو گی۔ اگرچہ بظاہر ان کی عبادت

---

[1] الہام مشاہدات اور مکاشفات کو علم اشارہ کہتے ہیں ان کو علم کا نام دینا بہت بڑی غلطی ہے ابو بکر کلا باذی کہتے ہیں صوفی علم اشارہ وہ علم ہے جو صرف صوفیوں کے ہاں ہی پایا جاتا ہے' اسے علم اشارہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ولی مشاہدات اور مکاشفات کے متعلق تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کو تعبیر کرنا ممکن نہیں بلکہ یہ وجد میں آنے سے معلوم ہوتا ہے' یہ وہی جانتا ہے جس کو ان حالات سے واسطہ پڑے اور ان مقامات میں اترا ہو (تصوف ص ۸۷)

[2] بخاری۔ کتاب فرض الخمس: باب و من الدلیل علی ان الخمس .....' ح ۳۱۳۸۔ مسلم' کتاب الزکاۃ: باب ذکر الخوارج و صفاتھم' ح ۱۰۶۳۔

بہت اچھی ہے۔ ان میں دو چیزیں یہ ہیں۔ (۱) جہالت۔ (۲) شدت و بے جا سختی۔

خارجیوں کے حالات و مقالات پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ تین مذاہب کے تحت درج نہیں کیونکہ ان کا منہج عقیدہ کے میدان میں اختلاف بہت خطرناک ہے' کیونکہ یہ عام نزاع نہیں یہ تو علم کے سرچشمہ اور فہم کے طریقہ کا اختلاف ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سب سے پہلا واجب یہ ہے کہ ہم اللہ سبحانہ کی معرفت حاصل کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم علم کلام والے طریقہ سے اس کی پہچان کر سکتے ہیں ؟ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا نہ تو جسم ہے نہ شخصیت' نہ اس کی جہت ہے' نہ صورت' نہ گوشت ہے' نہ خون' نہ اس کا وجود ہے نہ جوہر ہے' اور نہ عرض ہے' نہ رنگ والا ہے نہ ذائقے والا' نہ خوشبو والا' نہ ٹٹولا جا سکتا ہے نہ حرارت والا' نہ ٹھنڈک والا نہ تری والا' نہ خشکی والا' نہ طول والا' نہ عرض والا' نہ گہرائی والا' نہ اجتماع والا نہ افتراق والا' نہ متحرک ہے نہ ساکن ہے' نہ اس کے اجزا ہیں اور نہ ہی اس کے اعضاء ہیں' نہ ہی جہتوں والا ہے نہ دائیں جانب والا ہے اور بائیں جانب والا ہے' نہ آگے ہے نہ پیچھے ہے' نہ اوپر ہے اور نہ ہی نیچے ہے' نہ تو عالم کے اندر ہے نہ باہر ہے (عقائد نسفیہ ص ۳۶ تفتازانی)

بعض تو یہاں تک مبالغہ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: ''نہ وہ موجود ہے اور نہ ہی وہ غیر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان وہ کروا رہے ہیں جو کہتے ہیں ہم سے زیادہ بہتر کسی کا فیصلہ نہیں اور نہ ہی ہم سے زیادہ کوئی علم والا ہے مگر ہے یہ پرلے درجہ کا جاہل اور دعوی بہتر ہونے کا کر رہا ہے؟ کیا اس جاہل نظریہ کے مطابق حاصل کریں۔ یا پھر ہم اس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت قرآنی منہج (طریقہ) یا نبی ﷺ کے اسلوب کے مطابق حاصل کریں۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کا وصف اسی طرح (بیان) کرنا چاہیئے جس طرح اس نے خود اپنی تعریف کی ہے یا اس کے رسول ﷺ نے تعریف کی ہے۔

ہم کہتے ہیں اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سننے والا وہ دیکھنے والا ہے اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں وہ آنکھوں کو پا لیتا ہے وہ باریک بین ہے خبر رکھنے والا ہے' لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

ہم قرآنی اسلوب و انداز سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز سے آگے بڑھتے ہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفت اس چیز کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس کے ساتھ اس نے خود اپنی صفت قرآن میں بیان کی ہے اور جس چیز کے ساتھ اس کے رسول ﷺ نے اس کا وصف بیان کیا ہے بغیر تعطیل (صفت سے خالی) اور بغیر تمثیل (اس کی مثل قرار دینے) کے بغیر تاویل اور بغیر تشبیہ کے ہم ان صفات کے معانی جانتے ہیں اور جس طرح یہ ثابت ہیں اسی طرح مانتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ آج اس وقت ہمیں اخوت اور بھائی چارے کے روابط مضبوط کرنے کی بہت ضرورت ہے تاکہ ہم اس دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں جو بہت ہی خطرناک ہیں' جنہوں نے ہمیں آپس میں جھگڑا اور جنگ و جدال تک پہنچا دیا ہے' یہاں تک کہ ہمیں اپنے رب کی ربوبیت میں انتشار کا شکار کر دیا ہے۔ ہمیں اخوت کی فضا کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ ہم بے دینی و الحاد کا سامنا کر سکیں۔ ہمیں بہت زیادہ ضرورت ہے کہ اس ایمانی اخوت کی کڑیاں مزید محکم کریں۔ ہمیں اس سے سو فیصد اتفاق ہے' ہاں! ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ اخوت ایمانیہ کا قصر حسین فطرت کے لیے سکون بخش ہو مگر یہ تب ہی ممکن ہے جب ایمان و عقیدہ درست ہوں۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلامی تعلقات کی کڑیاں آپس میں مضبوط ہوں اور اخوت ایمانیہ کے روابط تب ہی قوت پائیں گے جب ایمان اور صحیح وصاف عقیدہ کی بنیاد پر ہو' روابط کی تمام انواع اور اخوت کی تمام اقسام جو اس بنیاد کے علاوہ استوار ہوں گی تو وہ بہت جلد منہدم ہو جائیں گی اور ایسی دنیا کے جو کہ فکری یا غیر فکری مشقتوں اور فتنوں سے بھری پڑی ہے' اس کے ایک بگولہ کے سامنے بھسم ہو جائیں گی اس بنیاد کے علاوہ بہت سی امتوں کی وحدت پارہ پارہ ہوئی ہے اور ایک جماعت کئی جماعتوں میں بٹ گئی ہے۔

ظاہر ہے یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ عقیدہ میں خلل واقع ہو چکا ہے اس کی اساس و بنیاد سلامت نہیں رہی' اس وجہ سے اخوت کی دیوار تیزی سے زمین بوس ہو جاتی ہے

اور فرقہ واریت کا بھوت تسلط جمالیتا ہے اور غیر شعوری طور پر قوم تقسیم ہو جاتی ہے۔

آپ اگر اسلام کی طرف منسوب فرقوں کی ابتدائی تاریخ پر نظر دوڑائیں گے تو آج بھی ہماری بات کی تصدیق ہو گی۔

خارجیوں کو دیکھیں ان کے بے شمار فرقے ہیں' رافضیوں کے فرقوں کی ان گنت تعداد ہے۔ اسی طرح معتزلہ کی تعداد حد شمار میں نہیں آتی اور یہی حال اھل کلام کا ہے۔

یقیناً صحیح اسلامی عقیدہ ایک ایسی چیز ہے جو قلوب و اذھان میں رچا بسا ہو تو فرقہ بندی اور قومی تقسیم کے خلاف یہی ایک واحد ضمانت ہے اور یہی فطرتی اخوت اور ایمانی بھائی چارگی کے روابط کی تقویت میں ذریعہ اولیں ہے اور یہی ایک ڈھال ہے جو عصری چیلنجوں کے سامنے کھڑا رہنے کی جرأت پیدا کر سکتی ہے۔

لیکن ...... آہ ! ..... بہت سے مسلمان ہیں خصوصاً بعد والے ہمارے زمانہ کے' ان کے دیں کی اس اساس (عقیدہ) کے مفہومات کو سمجھنے سے ان کے تصورات منحرف ہو گئے ہیں۔ کتنے ہی مسلمان ہیں جو لا الہ الا اللہ کے معنی کو تو عقیدتاً قولاً عملاً اپناتے ہیں' کتنے ہی مسلمان ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے مفہوم کو پختہ جانتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت واطاعت کرتے ہیں اور کتنے ہی مسلمان ہیں جو گا گا کر اور جھوم جھوم کر نبی ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ لیکن یہ سخت ترین المیہ ہے کہ جب یہ دعوت کے میدان میں نکلتے ہیں تو اس اولیں بنیاد کی جانب توجہ مبذول نہیں کرتے' جس کی وجہ سے بہت سے مفاسد اور خرابیاں جنم لیتی ہیں' جیسا کہ ابھی اوپر ہم نے بیان کیا ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ عزوجل سے خاک روشناس کرائے گا جسے خود اس کی حقیقی پہچان نہیں' وہ لوگوں کے عقائد کیسے درست کرے گا جسے اپنے عقیدہ کی صحت کی ان سے زیادہ ضرورت ہو۔

جو تعلیم و توجیہ اور دعوت کے میدان میں اترے یا وابستہ ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ایمان صحیح ہو' عقیدہ اجلا ہو' اساسی و بنیادی معاملات میں اس کے تصورات صحیح و سلامت ہوں' جن پر ہمارے اسلام کی بنیاد ہے۔ ان دعوت وارشاد کے دعویداروں میں سے جب کوئی بھی اس پہلو کو بے کار چھوڑ دے تو یہ سب سے بڑی

خرابی ہے جس کا یہ ارتکاب کریں گے۔

انسان اس وقت خوف و ہراس کا شکار ہوتا ہے اور ڈر سے کانپنے لگتا ہے جب ہم عصر مولفوں کی تالیفات میں عقیدہ کی نادرستگی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب آیا ہوا دیکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ صحیح عقیدہ کے مفہوم سمجھنے کے خود بہت ضرورت مند ہیں۔ اس کی مثالیں بہت ہیں' میں یہاں صرف دو منتخب مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ میں واضح کر سکوں کہ اس کے بہت سے نقصانات ہیں جو عقیدہ درست نہ ہونے کا نتیجہ ہیں اور بڑی بڑی خرابیاں اس وجہ سے ہی مرتب ہو رہی ہیں کہ دعوت ایمان کی صحیح اساس اور روش عقیدہ پر مبنی نہیں۔

آج کے نوجوانانِ اسلام کے لیے عقیدہ کی صحت و وضاحت اور ذہنوں میں عقائد صحیحہ کو اجاگر کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ عقائد ایسے ہوں جن میں کسی قسم کی چشم پوشی اور نقص کی آمیزش نہ ہو اور نہ ہی ان میں تناقض ہو اور نہ ہی کوئی خلل ہو۔

آج کے نوجوانوں کے لیے یہی کافی نہیں ہے کہ ہم انہیں عام مفہوم اور پوشیدہ اصطلاحات میں مگن رکھیں اس سے عقیدہ اسلامی کی وضاحت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ ضروری ہے کہ اس کی دو ٹوک حد بندی کی جائے' جو ایمان کے دو سرچشموں کتاب و سنت سے سیراب ہو۔

ہم نے جو دو مثالوں کا کہا ہے ان میں سے پہلی کتاب (ہماری روحانی تربیت) ہے دارالکتب العربیتہ بیروت میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں بہت ہی عجیب انداز پر اعتقاد کے متعلقہ معاملات کو خلط ملط کیا گیا ہے۔ جس نے ہمیں اس تکلیف دہ سوال کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کونسی چیز ہے؟ اس کتاب کا مؤلف لوگوں کو جس کی دعوت دینا چاہتا ہے جبکہ اس نے عقیدہ کے متعلقہ اہم معاملہ کو خلط ملط کر دیا ہے۔ یہ کونسی خدمت ہے!! اس کتاب میں سے ایک ہی مثال پیش کرتا ہوں' مؤلف کہتا ہے:

تصوف کے حلقوں میں جو عزت و کرامت ملتی ہے اصل وہی عزت ہے۔
تصوف کے مخالفین عام طور پر یہ کوشش کرتے ہیں کہ تصوف کا انکار کرکے

کسی اور کے نام ہوں۔ تصوف سے نسبت رکھنے والے اس سے محروم رہیں حقیقت میں یہ بڑی غلطی ہے اور غلو ہے۔" (ہماری روحانی تربیت سعید حوی ص ۳۶)

ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کہہ کر وہ کس کی طرف اشارہ کر رہا ہے' ہم تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ "ہم" سے مراد صحیح عقیدہ والے جو سلف کے طریقہ پر چلتے ہیں' اصل کرامت و عزت وہ ہے جس کا ثبوت کتاب و سنت سے ہو۔ معاملہ یہ نہیں معاملہ تو یہ ہے کہ ہم کرامت اور دوسرے خرق عادت (خلاف عادت) کاموں میں تفریق کیسے کریں؟ جادوگروں کے کرتب اور کاہنوں کے منتر اور شعبدہ بازوں کی شعبدہ بازیاں یہ بھی اسباب ہی کی دنیا میں سے ہیں لیکن ظاہر میں یہ بھی عادت کے خلاف ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم کرامت اور ان شعبدہ بازیوں کے درمیان فرق کیسے کریں!!؟

علمائے کرام نے فرمایا یہ تفریق اس شخص کے لحاظ سے ہو گی جس کے ہاتھ سے یہ خلاف عادت معاملہ سرزد ہوا ہے۔ اگر اس کی مجموعی حالت شریعت الٰہی کے موافق ہو گی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو تھامے ہو گا اور آداب شرعیہ سے آراستہ و پیراستہ ہو گا اور صالح عمل لوگوں میں سے ہو گا ..... تو اس کے ہاتھوں سرزد ہونے والی کرامت و بشارت ہو گی اگر اس کی حالت شریعت الٰہیہ کے خلاف ہو گی اور وہ آداب شرعیہ سے عاری ہو اور فاسق و فاجر ہو تو اس کے ہاتھوں جاری ہونے والا کام اگر وہ بظاہر عادت کے خلاف ہے لیکن وہ ہرگز کرامت نہ ہو گی۔ یہی علامت ہے ولی کی کرامت اور غیر ولی (شیطان) کی شعبدہ بازی کے درمیان' یہی چیز شعبدہ اور کرامت کے درمیان فرق نمایاں کرتی ہے۔

یونس بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپ کو معلوم ہے ہمارے استاد لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا ہے "اگر آپ بدعتی کو دیکھیں جو پانی پر چلتا ہے تو دھوکہ نہ کھانا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لیث سے بیان کرنے میں کوتاہی سرزد ہوئی ہے میں کہتا ہوں اگر آپ بدعتی کو ہواؤں میں بھی اڑتا ہوا دیکھیں تو اس کے دھوکہ میں نہ آنا۔ تربیت روحانیہ کا مؤلف کہتا ہوں:

"منکرین تصوف یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جو رفائی طریقہ والے بیان کرتے ہیں کہ نہ تو آگ ان میں اثر کرتی ہے اور وہ خود پر گولیاں چلاتے ہیں یا شمشیر زنی کرتے ہیں یہ چیزیں ان پر کوئی اثر نہیں کرتیں۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور مشہور ہے اور اس سے سب آگاہ ہیں' بہت سے منکرین تصوف نے اس کی تحقیق کی ہے اور انہوں نے اس کے انکار سے رجوع کر لیا اور اسے تسلیم کرتے ہیں۔"

مزید کہتا ہے۔

"یہ چیز جو رفائی طریقہ والوں کے ہاں جاری و ساری ہے یہ اس امت کے لیے ایک اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے اور جو اسے دیکھ لے اس پر اس کی حجت قائم ہو جاتی ہے۔"

پھر کہتا ہے۔

"اس موضوع کے منکرین کی سب سے بڑی حجت و دلیل یہ ہے کہ یہ خلاف عادت کام جو فاسقوں کے ہاتھوں جاری ہوتے ہیں اسی طرح صالح لوگوں کے ہاتھ سے بھی سرزد ہوتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کرامت ان فاسقوں کی نہیں بلکہ یہ شیخ اول کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کرامت کا اعزاز بخشا تھا وہ شیخ احمد رفائی ہیں۔"

کیا ان معاملات میں' اعتقاد کے مسائل میں' اس سے زیادہ کہیں خلط ملط ہوتا آپ نے پایا ہے؟ بتایئے وہ کونسا پیمانہ ہے جس کے ذریعہ تربیت روحانیہ کا مؤلف کرامت اور خرق عادت اور شعبدہ بازوں کے کرتب میں بظاہر فرق کرے گا۔

باقی جو مؤلف نے یہ کہا ہے کہ وہ خود کو تلواروں سے مارتے ہیں اور انہیں اثر نہیں ہوتا یا آگ پر چلتے ہیں وہ اثر نہیں کرتی' یہ دیکھنے والے کے لیے قطعی دلیل ہے اور اس پر حجت قائم ہوتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں اگر مؤلف یہ دیکھ لیتا تو کیا کرتا (اللہ اسے بچائے) کہ ایک آدمی زمین سے کہے گا "انگور اگا دے' تو وہ اگا دے گی" آسمان سے کہے

گا "برکھا برسا دے" تو وہ برسائے گا اور بنجر زمین سے کہے گا اپنے خزانے اگل دے وہ خزانے اگل دے گی' وہ آدمی کو قتل کرے گا اور دو ٹکڑوں میں چلائے گا پھر اس سے کہے گا "کھڑا ہو جا" تو وہ کھڑا ہو گا اور ایسے محسوس ہو گا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہیں۔[1]

یہ تمام کام دجال کے ہاتھ سے سرانجام پائیں گے۔ یہ خارق عادت امور جو اس کے ہاتھوں سے سرزد ہوئے ہیں۔ کیا انہیں کرامت شمار کیا جا سکتا ہے!!؟ میں نے خود اسکندریہ کی ایک شاہراہ پر شعبدہ بازوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ آگ سے شعلے نگلے رہے ہیں اور ان میں سے ایک نے اپنے پیٹ میں تلوار پیوست کر دی جو کہ اس کی پشت سے نکل آئی' یہ سب کچھ وہ کر رہے تھے مگر انہوں نے کسی صوفیانہ طریقہ کی جانب اپنی نسبت بھی نہیں کر رکھی' ہندوستان کے علاقوں میں مجوسیوں سے اس سے بھی بڑھ کر کرتب ظاہر ہوتے ہیں۔

کرامت جب فاسقوں کے ہاتھ سے جاری ہو تب ہم کرامت اور شعبدہ' جادوگروں اور کاہنوں کے کرتبوں کے درمیان کیسے فرق کریں!!؟ یہ سوال اب بھی باقی ہے۔

"وہ تصوف کے دشمن ہیں جو رفاعی طریقہ کے پیروکاروں کا انکار کرتے ہیں' انہیں تسلیم نہیں کرتے" اس کے اس اشارہ نے جو ان کی کرامات کی جانب کیا ہے' مجھے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وہ بات یاد کروادی ہے جو انہوں نے رفاعی طریقہ کے بارے میں کہی تھی۔ انہوں نے ذکر کیا کہ اس طریقہ والے زیادہ تر لوگ نیک فقیر لوگ ہیں جو وجد میں جھومتے ہیں اگرچہ وہ بھٹکے ہوئے اور بدعات کا شکار ہیں۔

لیکن زیادہ تر ان میں سے بدعتی ہیں جو شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تحقیر کرتے ہیں' اور لوگوں سے جھوٹ بیان کرتے ہیں' اور کئی قسم کے حیلے اور باطل قسم کی شعبدہ بازیاں استعمال کرتے ہیں اور ان کے تفصیلی واقعات بیان کئے ہیں (مجموعہ فتاوی ج ۱۱ ص ۴۴۵۔۴۷۶)

---

[1] مسلم۔ کتاب الفتن: باب ذکر الدجال ح ۲۹۳۷' ۲۹۳۸۔

کتاب نمبر ۲ جو بازار میں آئی ہے اس کا نام "ارکان ایمان" ہے' اسے ادارہ الرسالہ نے دمشق سے شائع کیا ہے' اس کا مؤلف اللہ عزوجل کی کلام پر بحث کے دوران کہتا ہے:

اصول دین کے علمائے کرام کہتے ہیں کہ کلام کی قسمیں ہیں (ا) کلام لفظی (۲) کلام نفسی۔ کلام لفظی قرآن کریم ہے جو سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوئی' اسی طرح وہ تمام کتابیں ہیں پیغمبروں علیہم الصلاۃ والسلام پر نازل ہوئی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کلام لفظی حادث ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوق ہے (ارکان الایمان وہبی) سلیمان غاوجی ص ۵۱)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن پاک اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں' جو یہ کہے کہ یہ مخلوق ہے یہ بدعتی ہے۔

توجیہہ کافر: اور جو یہ کہے کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے اور مؤقف واضح نہ کرے' نہ اسے مخلوق کہے اور نہ ہی غیر مخلوق کہے' یہ پہلے سے بھی زیادہ خبیث ہے اور جو یہ کہے کہ ہم جو قرآن کے الفاظ پڑھتے اور تلاوت کرتے ہیں یہ بھی مخلوق ہیں اور قرآن کلام اللہ ہے تو یہ بھی جہمی ہے اور جو انہیں کافر نہ کہیں یہ سب ان کی مثل ہی ہیں۔ ابن عبد البر کہتے ہیں حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا کہ "قرآن مخلوق ہے" تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "تو نے اللہ عظیم کا انکار کر دیا۔" اشتقاء ص ۸۲ اور ۶۳ پر ہے یحییٰ بن یحییٰ حنظعی تمیمی کہا کرتے تھے "جو کہے قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے نہ اس سے کلام کیا جائے نہ اس کی مجلس میں بیٹھیں اور نہ ہی اس سے نکاح کیا جائے۔"

قرآن پاک لفظی کلام ہے اور لفظی کلام حادث ہے اور مخلوق ہے ..... نتیجہ یہ کہ قرآن مخلوق ہے۔ کیا آج ہم نوجوانان اسلام کو یہ تعلیم دے سکتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے؟ اب ہم اس پرانے معرکہ کی جانب لوٹتے ہیں جس میں ائمہ اسلام اھل حدیث وفقہ امتحان کی بھٹی میں ڈالے گئے' ان کے رئیس امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

"قرآن مخلوق ہے" اگر یہ کہیں تو عقیدہ کا معاملہ کہاں جاتا ہے سوچیں!! اگر یہ مخلوق ہو تو پھر ہم کس چیز کی دعوت دیتے ہیں اور نوجوانان اسلام کو پھر ہم کیا سکھائیں

گے!!؟

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جس نے کہا قرآن پاک مخلوق ہے وہ جہمیہ فرقہ کا فرد ہے“ ایک روایت کے مطابق انھوں نے کافر کہا ہے اور جو یہ کہے قرآن کلام اللہ ہے یہ نہ تو مخلوق ہے اور نہ ہی غیر مخلوق ہے' یہ نہ کہے' یہ واقف فرقہ سے ہے' جو کہے میرا قرآن کے ساتھ بولنا مخلوق ہے' یہ بدعتی ہے۔

کیا یہ مؤلفین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں کہ نوجوانان اسلام کی ترغیب کے لیے تصنیفات کر رہے ہیں۔ کیا ہم نوجوانان اسلام کی جہمیہ کے عقائد اور رفاعی فرقہ کے بے کار نظریات کی تربیت کریں!!؟ اگر اس قماش کے لوگوں کو یہ علم ہوتا کہ عقیدہ کا معاملہ ہماری اس دور کی حیات جاودانہ کا سب سے اہم معاملہ ہے' یہ سب سے اول معاملہ ہے ...... تو یہ کبھی بھی اس خطرناک جہالت کی گہرائی میں نہ گرتے۔ لیکن آہ! افسوس در افسوس! یہ اس حقیقت تک رسائی نہ حاصل کر سکے۔

درد مند پکار

مسلمان مشرک

عقیدۂ توحید ایک مسلمان کی اُخروی کامیابی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ عقیدہ ایک مسلمان سے کیا کیا تقاضے کرتا ہے؟؟..... یہ جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ انھی تقاضوں کی نشاندہی کرتے ہوئے علامہ عبدالرزاق ملیح آبادی رحمہ اللہ نے ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون "مسلمان مشرک" کے نام سے کتاب الوسیلہ کے اُردو ترجمہ میں بطور مقدمہ شائع کیا۔ اس میں جو ٹھوس، ناقابل تردید اور اَٹل حقائق بیان کیے گئے ہیں ان کو کوئی ذی شعور مسلمان نہیں جھٹلا سکتا۔ ۷۸ سال گزر جانے کے باوجود آج اس مضمون کی اہمیت پہلے کی نسبت بہت بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا عقیدہ کے حوالہ سے اور اس کی اہمیت اور موضوعِ کتاب سے مناسبت کے پیشِ نظر تاریخی "دردمند پکار" کی ابتدا کچھ یوں ہوتی ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بنی اُمیہ کے زمانے میں رویا کرتے تھے کہ عہد اوّل کا دین باقی نہیں رہا۔ اگر وہ ہمارے اس زمانے کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ کیا وہ ہمیں "مشرک" قرار نہ دیتے اور ہم انہیں کوئی بُرا نام نہ دیتے؟..... کیونکہ اُس وقت اور اِس وقت کے اسلام میں اب اگر کوئی مشترک چیز باقی رہ گئی ہے تو صرف لفظ اسلام ہے یا چند ظاہری و رسمی عبادتیں ہیں اور وہ بھی بدعت کی آمیزش سے پاک نہیں۔

قرآن سے دوری

کتاب اللہ جیسی آسمان سے اُتری تھی اب تک بے غل و غش قائم ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ بھی مدون و محفوظ مسلمانوں کے

ہاتھوں میں موجود ہے۔ مگر کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ دونوں مہجور و متروک ہیں۔ طاقوں اور الماریوں کی زینت ہیں' یا گنڈوں' تعویذوں میں مستعمل ہیں۔ مسلمان اپنی عملی زندگی میں ان سے بالکل آزاد ہیں اور باوجود ادعائے اتباع ان سے مخالف چل رہے ہیں۔ اجمیر کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جو عامل (اور حامل) قرآن اور علمبردارِ توحید تھے!!

موجودہ رسمی مسلمان اور ہندو میں فرق

اودھ کے ایک ہندو رہنما نے اجمیر کی کیفیت دیکھ کر کہا تھا:

"اب تک مجھے شک تھا کہ ہندو مسلمان میں اتحاد ہو سکتا ہے مگر آج یقین ہو گیا ہے' کیونکہ ہمارے اور مسلمان کے مذہب میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف ناموں کا ہے۔ حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔"

اور یہ اس نے سچ کہا۔ کیونکہ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے شرک میں فرق ہے تو ناموں اور طریقوں ہی کا ہے!! ورنہ حقیقت تقریباً ایک ہے۔ ہندو بُتوں کے سامنے جھکتے ہیں تو مسلمان قبروں کے سامنے' ہندو رام و کرشن کی پرستش کرتے ہیں تو مسلمان جیلانی اور اجمیری کی۔ یہ کہنا کہ ہم پرستش نہیں کرتے' انہیں اللہ نہیں سمجھتے' محض بے معنی ہے کیونکہ ہندو بھی بجز اللہ واحد کے کسی کی بھی "اللہ" سمجھ کر پرستش نہیں کرتے اور نہ مشرکین عرب کرتے تھے..... ہاں یہ ضرور ہے کہ تم اپنی پرستش کو "پرستش و عبادت" نہیں کہتے' کچھ اور نام دیتے ہو۔ مگر ناموں کے اختلاف سے حقیقت تو نہیں بدل سکتی۔

اقرار توحید کے بعد "مگر" کے ذریعہ انکار

حساس آدمی کے لئے مسلمان مشرکوں کے حالات وخیالات معلوم کرنا ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے۔ اس فرقہ میں عقل و نقل دونوں کا کال ہے۔ ایک طرف تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ علام الغیوب ہے' سمیع و بصیر ہے' آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ بھی اس سے اوجھل نہیں اور نہ اس کی مرضی کے بغیر حرکت کر سکتا ہے۔ وہ ہم سے

دور نہیں نزدیک ہے اور اتنا نزدیک کہ اس سے زیادہ نزدیکی ممکن نہیں' پھر وہ رحمٰن ورحیم ہے' غفور و غفار ہے' سخی ہے' بے حساب دیتا ہے' جبار بادشاہ نہیں کہ کسی کو اپنے دَر پر آنے نہ دے' ہر وقت اس کا دروازہ کھلا ہے' ہر وقت اس کا ہاتھ پھیلا ہے' ہر وقت اس کا لنگر جاری ہے۔ یہ سب اور اس سے زیادہ مانتے ہیں۔ مگر..... "مگر" کے آگے عقل ودانش کی موت ہے' انسانیت اور انسانی شرافت کا ماتم ہے! "مگر" کے بعد یہ ہے کہ قبروں کے سامنے جھکنا ضروری ہے۔ مُردوں سے منتیں ماننا لازمی ہے۔ سفارش وشفاعت کے بغیر اس دربار میں رسائی ناممکن ہے۔ یہ قبر غوث اعظم کی ہے' جو مرجانے کے بعد بھی "غوث" ہیں اور ملک الموت سے قبض کی ہوئی رُوحوں کا تھیلا چھین سکتے ہیں۔ یہ "محبوبِ سبحانی" ہیں..... "عاشق جانثار" کو ضد کرکے مجبور کر دیتے ہیں۔ یہ "غریب نواز" ہیں اور مرنے پر بھی (یعنی مرکر دفن ہو چکنے کے بعد بھی) مٹھیاں بھر بھر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انسانیت اور اسلام کے یہ مدعی جوق دَر جوق قبروں پر جاتے ہیں' ماتھے گھستے ہیں' ناک رگڑتے ہیں اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی شریف النفس اور خوددار انسان کسی مخلوق کے سامنے نہیں کر سکتا۔

جب انسانیت پتھر کے اصنام پر قربان ہوتی ہے

انسان کے پاس سب سے بڑی دولت اس کی اپنی انسانیت ہے۔ یہ جاتے ہیں اور اس متاع عزیز کو چونے اور اینٹ کے چبوتروں پر بڑی بے دردی سے قربان کراتے ہیں۔ اگر کہا جاتا ہے شرک ٹھہرایا ہے۔ جہنم سزا بتائی ہے۔ تو جواب اعراض و انکار ہے۔ تاویل اور تحریف ہے۔ شریعت و حقیقت کی بحث ہے' ظاہر و باطن کی حجت ہے۔ وہابی و حنفی کا فرق ہے۔ قرآن کی آیت اور حدیث رسول کے مقابلہ میں حسن بصری' شبلی' جیلانی' چشتی کے ملفوظات ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی نے بھی کوئی شرک جائز نہیں رکھا...... مگر کس سے کہا جائے!! کان ہوں تو سنیں ...... آنکھیں ہوں تو دیکھیں ...... دل ہوں تو سمجھیں۔

اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے حضرات

یہ صرف عوام کا ہی حال نہیں کہ

جہالت کی وجہ سے معذور کہے جائیں' ان لوگوں کا بھی ہے جو اپنے تئیں منہ پھاڑ پھاڑ کر علماءِ اُمت "وارث علومِ نبوت" اور "انبیاء بنی اسرائیل" کے مشابہ بتاتے ہیں۔ ایک طرف اسفارِ شریعت کے حامل اور دوسری طرف حقیقت و طریقت کے رازداں ہونے کے مدعی ہیں۔ دراصل یہی لوگ اس اُمت کے لئے اصل فتنہ اور تمام تباہیوں اور بربادیوں کا باعث ہیں۔ انہوں نے شریعت میں تحریف کی ہے اور کتاب و سنت کا دروازہ مسلمان پر بند کیا ہے۔ طریقت و بدعت کی تاریکی پھیلائی ہے۔ اسلام کا نام لے کر اسلام کو مسلمانوں کے دلوں سے اُکھاڑ پھینکا ہے۔ تیرہ سو برس کی پوری تاریخ ہمارے سامنے کھلی ہے۔ وہ کون سی مصیبت ہے جو ان کے ہاتھوں نہیں آئی۔ وہ کونسی گمراہی ہے جس کا جھنڈا انہوں نے اپنے کندھوں پر نہیں اُٹھایا؟.....

ایسے حالات میں کون صاحب دل موَحد ہے جو خاموش رہے۔

الفاظ سخت ضرور ہیں اور شاید قابل مواخذہ بھی ہیں مگر دل اور جگر میں جو گھاؤ پڑے ہیں اور زیادہ ماتم پر مجبور کرتے ہیں۔ کون انسان ہے جو تیس کروڑ انسانوں کی بے دردانہ تباہی دیکھے اور خاموش رہے....!!؟ کون مسلمان ہے جو اُمت مرحومہ پر یہ قزاقانہ تاخت اپنی آنکھوں سے دیکھے اور چپ رہے!!؟..... کیا اس کے بعد بھی انسان دیوانہ نہ ہو جائے گا!؟ کہ دن کو رات بتایا جاتا ہے اور آفتاب کو سیاہ ٹکیہ کہا جاتا ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہرایا جاتا ہے۔ کون مسلمان ہے جس کے دل میں ذرہ بھی نورِ ایمان ہو اور شریعت کو ضلالت' سنت کو بدعت' ایمان کو کفر' توحید کو شرک' اور شرک کو توحید ہوتے دیکھے اور جوش سے اُبل نہ پڑے!!؟

سبق شاہینوں کو دیا جائے جب خاک بازی کا!

مسلمان سے کہا جاتا ہے کہ قرآن اور سنت کا فہم ناممکن ہے۔ لہٰذا اس سے دُور رہو۔ اشخاص کی تقلید واجب ہے۔

لہٰذا بے چون وچرا ہمارے پیچھے چلے آؤ' قبریں اُونچی کرو' قبے بناؤ اولیاء سے منتیں

مانو' اللہ تک مخلوق کو وسیلہ بناؤ۔ جو چاہو کرو' بخشے جاؤ گے کیونکہ شفیع المذنبین کی اُمت ہو' یہی دین ہے' یہی شریعت ہے' یہی سنت ہے!! ..... کیا ہم یہ سب سنیں اور خاموش بیٹھے رہیں۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مصلحین اُمت اُٹھیں اور علماء سوء کے اس "شرزمہ مشئومہ" کے چہرہ سے نقاب اُلٹیں؟ ..... تاکہ مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان بڑی بڑی پگڑیوں کے نیچے شیطان کو سجدہ کرنے والے سر ہیں ..... اور ان لمبی گھنی داڑھیوں کی اوٹ میں کفر دریاء کی سیاہی چھپی ہوئی ہے۔ کیا مسلمان اپنے عالموں اور رہنماؤں کے اسلام واصلاح کا حال سننا چاہتے ہیں؟ سردست عبرت کیلئے یہ واقعہ نوٹ کر لیں کہ ان کے' ایک (مستند عالم) نے جو صوفی اور شاید پیر بھی ہیں۔ تحریک خلافت کے دوران یہ تجویز رکھی تھی کہ علماء مشائخ کا ایک وفد (اجمیر) جائے اور خواجہ صاحب کو اُمت کی ایک ایک مصیبت سنا کر فریاد کرے۔ یہ صرف تجویز ہی نہ تھی' سنا ہے کہ عملاً یہ مولوی صاحب اپنے ہم مشربوں کے ساتھ شد رحال کر گئے اور مزار پر خوب روئے پیٹے ..... مگر افسوس وہاں سے کوئی جواب نہ ملا اور بے مُراد لوٹے چلے آئے۔ کیا یہی وہ توحید ہے جس کی بنیادیں قرآن نے قائم کی تھیں؟ جس کی حفاظت کے علمائے دین مدعی ہیں اور جس کے اتباع و تمسک پر مسلمانوں کو ناز ہے!!؟؟ اگر خواجہ صاحب اُمت محمدیہ کو" اس قسم کے مصائب سے نجات دلا سکتے ہیں۔ تو رام وکرشن کی خُدائی پر مسلمان کیوں مُنہ بناتے ہیں؟ اس اجمیری وفد کی تحریک پرائیویٹ نہ تھی۔ اخبارات کے کالموں میں اعلانیہ کی گئی تھی۔ مگر کسی عالم نے بھی یہ اعلان کرنے والے کی زبان نہ پکڑی کہ یہ شرک ہے' بلکہ بہت سے مولویوں نے تو اسکی تحریراً تائید کی' جیسا کہ اخبارات کے پرانے فائل گواہ ہیں۔ کیا یہی وہ حفاظت دین ہے جس کا بیڑا (علماء) اُٹھائے ہوئے ہیں؟ .....

کیا یہی طریقہ ہے شریعت کی حفاظت کا؟

اے کاش! ضلالت و بدعت کی یہ حمایت علماء کے اسی گروہ میں محدود ہوتی جسے بدعتی کہا جاتا ہے اور اس گروہ میں منتقل نہ ہوتی جو اصلاح و تجدد کا مدعی ہے۔ سلہ میں یہ المناک واقعہ انتہائی رنج و اندوہ کے ساتھ تاریخ کے حوالے سے مسلمانوں کے

گوش گزار کرتا ہوں کہ ابھی کچھ عرصہ قبل ہی کی بات ہے کہ اس جماعت کے ایک تعلیمی مرکز کے شیخ اعظم اور دوسرے مشائخ نے تعزیہ داری جیسی صریح بدعت بلکہ شرک کے خلاف فتوے دینے سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ "موجودہ حالات میں ایسا فتویٰ (جاری کرنا) خلافِ مصلحت ہے۔"

کیا یہی طریقہ شریعت کی حفاظت کا ہے؟ کیا یہی نیابت انبیاء ہے جس کا فرض ہمارے علماء اس خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان آنکھیں کھولیں اپنے مذہبی پیشواؤں کی حقیقت معلوم کریں اور دین کی حفاظت اور شرک وبدعت کے ازالہ کیلئے خود آگے بڑھیں؟ اسلام میں نہ پاپائیت ہے نہ رُوحانی پیشوائیت۔ وقت آگیا ہے کہ یہ خود ساختہ پیشوائیت ڈھا دی جائے تاکہ اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ کے دین سے براہِ راست ہو جائے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ!

عبدالرزاق ملیح آبادی

کلکتہ ۱۹۲۵ء

ا؎ سابق صدر پاکستان جناب جنرل ضیاء الحق (مرحوم) نے دورۂ برما کے وقت رنگون کے ایک مندر میں نصب سنہری مورتی پر پھول رکھے اور اپنی کوئی خواہش پورا کرنے کے لئے مندر سے باہر لگی ہوئی چالیس ٹن وزنی (خواہشات کی گھنٹی) کو تین بار بجایا۔ (ملاحظہ ہو روزنامہ جنگ لاہور: ۷ مئی ۱۹۸۵ء)

بندوں پر اللہ کے حقوق

سوال اللہ نے ہمیں کس لئے پیدا کیا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ ایسی خالص عبادت کہ جس میں ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ ﴾ (الذاریات: ۵۱/۵۶)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔"

حدیثِ نبوی:

((حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا.)) [1]

"اللہ تعالیٰ کا اس کے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔"

سوال عبادت کی تعریف کیا ہے؟

جواب عبادت ان تمام اقوال وافعال کا نام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرمائیں۔ مثلاً: دُعا، نماز اور قربانی وغیرہ۔

---

[1] بخاری۔ کتاب الجهاد: باب اسم الفرس والحمار، ح ۲۸۵۶۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدلیل علی انّ من مات علی التوحید ....، ح ۳۰۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُكِی وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ (الانعام: ۶/ ۱۶۲)

"کہہ دیجئے! بے شک میری نماز اور میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

حدیث نبوی:

((وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِی بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ.)) [1]

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میرا بندہ کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے ان چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔"

سوال ہم اللہ کی عبادت کیسے بجالائیں؟

جواب جیسا کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ نے حکم دیا ہے:

فرمانِ الٰہی:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ﴾ (محمد: ۴۷/ ۳۳)

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو۔"

یعنی اگر کسی نئے طریقے سے اور نئی عبادت کے ذریعہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو (باقی) اعمال (بھی) برباد ہو جائیں گے۔

حدیث نبوی:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) [2]

---

[1] بخاری۔ کتاب الرقاق: باب التواضع، ح ۶۵۰۲۔

[2] مسلم۔ کتاب الاقضية: باب نقض الاحکام الباطلة، ح ۱۷۱۸۔

"ہمارے حکم کے بغیر کسی نے جو کام بھی کیا وہ مردود اور غیر مقبول ہے۔"

سوال کیا ہمیں رحمت الٰہی کی اُمید اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے عبادت کرنی چاہیے؟

جواب جی ہاں! عبادت کے وقت ہماری یہی کیفیت ہونی چاہیے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یوں تعریف فرماتے ہیں:

فرمانِ الٰہی:

﴿ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ﴾ (السجدہ: ۱۶/۳۲)

"وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں۔"

یعنی اپنے رب کی عبادت (اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کے) لالچ اور (جہنم کے) خوف سے کرتے ہیں۔

حدیثِ نبوی:

((اَسْأَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَ اَعُوْذُ بِهِ مِنَ النَّارِ.)) [1]

"میں اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے اُس کی پناہ چاہتا ہوں۔"

سوال عبادت میں احسان (بہترین طریقے سے عبادات کی ادائیگی) کا کیا مفہوم ہے؟

جواب عبادت میں اللہ تعالیٰ کی مراقبت و نگہداشت (یعنی اس کی نگرانی کے کامل تصور اور اللہ تعالیٰ کی طرف پورا پورا دھیان رکھنے) کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اَلَّذِيْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴾ (الشعراء: ۲۶/۲۱۹)

"وہ تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم (نماز میں اکیلے قیام کرتے) ہو اور سجدہ گزار لوگوں (نمازیوں) میں تمہاری نقل و حرکت پر (بھی) نگاہ رکھتا

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاۃ: باب تخفیف الصلاۃ، ح ۷۹۲۔
سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوات: باب ما یقال فی التشہد، ح ۹۱۰، ۳۸۴۷۔

ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((الاحسان۔۔اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ.))[1]

"تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس تصور کے ساتھ کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ احسان ہے۔"

---

[1] بخاری۔ کتاب الایمان: باب سوال جبریل النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم، ح ۵۰۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الایمان ماهو، ح ۹، ۱۰۔

توحید کی اقسام اور اِس کے فوائد

سوال اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو کس مقصد کے لئے مبعوث فرمایا؟

جواب اللہ کریم نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ لوگوں کو عبادت باری تعالیٰ کی دعوت دیں اور اس کی ذاتِ بابرکات سے شرک کی نفی کریں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾

(النحل: ۱۶/ ۶۳)

"اور تحقیق ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت[1] سے بچیں۔"

حدیثِ نبوی:

((وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ.))[2]

"تمام انبیاء (علیہم السلام) آپس میں بھائی ہیں اور اُن کا ایک ہی دین ہے۔"

معلوم ہوا تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی دعوت (توحید) لے کر دنیا میں آئے اور وہ یہ کہ لوگ اللہ اکیلے کی عبادت کریں اور غیر اللہ کی عبادت سے بچیں!

سوال توحید ربوبیت (رب ہونے میں ایک تسلیم کرنا) کیا ہے؟

---

[1] "طاغوت" سے مُراد شیطان ہے جو غیر اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اسی طرح شریعت کے مخالف حکمران کو بھی طاغوت کہا جاتا ہے جو اللہ کی شریعت کے فیصلے اوامر و نواہی کا نفاذ نہیں کرتا۔

[2] بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللّٰہ تعالٰی (واذکر فی الکتاب مریم ....) ح ۳۴۴۳۔
مسلم۔ کتاب الفضائل: باب فضائل عیسٰی علیہ السلام، ح ۲۳۶۵۔

جواب اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں یکتا ماننا توحید ربوبیت ہے۔ جیسے خلق اور تدبیر وغیرہ۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ (الفاتحۃ: ۱/۲)

"تمام قسم کی تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا رب (پیدا کرنے والا اور پالنے والا) ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.)) [1]

"تو ہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔"

سوال توحید الوہیت (صرف ایک معبود ماننا) کسے کہتے ہیں؟

جواب تمام قسم کی عبادات کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص کر دینا اور کسی قسم کی عبادت میں اس کے ساتھ شرک نہ کرنا، توحید الوہیت ہے۔ جیسے دُعا، قربانی اور نذر وغیرہ (جیسی عبادات) سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ **فرمانِ الٰہی:**

﴿ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ (البقرہ: ۲/۱۶۳)

"اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((فَلْيَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ شَهَادَةَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.)) [2]

---

[1] بخاری۔ کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالٰی (وهو الذی خلق السموات والارض بالحق) ح ۷۳۸۵۔

مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین: باب صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و دعائہ باللیل، ح ۷۶۹۔

[2] بخاری۔ کتاب الزکاۃ: باب وجوب الزکاۃ، ح ۱۳۹۵، و باب لا تؤاخذ کرائم اموال الناس، ح ۱۴۵۸۔

مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدعاء الی الشہادتین ..... ح ۱۹، واللفظ لہ۔

"لوگوں کو پہلی دعوت یہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے:

((اِلٰی اَنْ یُّوَحِّدُوا اللّٰہَ.)) [1]

"یعنی اللہ کے ایک ہونے کی دعوت دی جائے۔"

سوال توحید اسماء وصفات سے کیا مراد ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے لیے یا اس کے رسول ﷺ نے صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان فرمائی ہیں انہیں حقیقت پر محمول کرتے ہوئے اس کی شایانِ شان بلا تاویل وتفویض اور بلا تمثیل وتعطیل تسلیم کرنا' توحید اسماء وصفات کہلاتا ہے۔ جیسا کہ استواء علی العرش' اس کا نزول اور اس کا ہاتھ وغیرہ۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ (الشوریٰ: ۴۲/۱۱)

"کائنات کی کوئی چیز اس کے مثل اور مشابہ نہیں ہے اور وہی سب کچھ دیکھنے اور سننے والا ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((یَنْزِلُ اللّٰہُ فِی کُلِّ لَیْلَۃٍ اِلَی سَمَاءِ الدُّنْیَا.)) [2]

"اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف (اپنی شایانِ شان طریقے سے) نزول فرماتے (اُترتے) ہیں' اس کا یہ نزول (اُترنا) مخلوق کے ہرگز مشابہ نہیں ہے۔"

سوال اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

---

[1] بخاری۔ کتاب التوحید: باب ماجاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ و سلم امتہ الی توحید اللہ' ح ۷۳۷۲۔

[2] بخاری۔ کتاب التھجد: باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل' ح ۱۱۴۵۔
مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین: باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل' ح ۷۵۸۔

جواب اللہ تعالیٰ آسمانوں سے اُوپر عرش پر ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (طه : ۲۰/۵)

"رحمٰن عرش پر بلند ہوا۔"[1]

حدیثِ نبوی:

((اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا۔ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ.))[2]

"بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک دستاویز لکھی جو عرش پر اس کے پاس محفوظ ہے۔"

سوال کیا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ اپنے سننے، دیکھنے اور علم کے لحاظ سے ہمارے ساتھ ہیں۔ یعنی ہماری جملہ حرکات و سکنات ہر وقت اس کے سامنے اس کے مشاہدہ میں ہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴾ (طه : ۲۰/۴۶)

"تم دونوں ڈرو مت یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، میں سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔"

حدیثِ نبوی:

((اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ.))[3]

---

[1] استویٰ کا معنی "برا جمان ہوا" اور "قرار پکڑا" وغیرہ بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن صحیح بخاری میں "استویٰ" کا معنی و مطلب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ "اى علا وارتفع" یعنی وہ چڑھا اور بلند ہوا۔ بخاری۔ کتاب التوحيد : باب (وكان عرشه على الماء) تعليقًا في ترجمة اللباب۔

[2] بخاری۔ کتاب التوحيد : باب قول الله تعالى (بل هو قرآن مجيد ....) ح ۷۵۵۴۔
مسلم۔ كتاب التوبة : باب في سعة رحمة الله تعالى، ح ۲۷۵۱۔

[3] بخاری۔ كتاب المغازي : باب غزوة خيبر، ح ۴۲۰۲۔
مسلم۔ كتاب الذكر والدعاء : باب استحباب خفض الصوت بالذكر، ح ۲۷۰۴۔

"بیشک تم ایک ایسی ہستی کو پکارتے ہو جو سننے والا اور قریب ہے اور (علم کے لحاظ سے) تمہارے ساتھ ہے۔"

سوال عقیدۂ توحید کے فوائد کیا ہیں؟

جواب اس کا فائدہ یہ ہے کہ:

- انسان دنیا میں راہِ راست پر آجاتا ہے۔
- اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
- آخرت میں جہنم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ (الانعام: ۸۲/۶)

"حقیقت میں تو امن انہی لوگوں کے لئے ہے اور وہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔"

حدیثِ نبوی:

((حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا.)) [1]

"اللہ پر بندوں کا یہ حق ہے کہ وہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔"

---

[1] بخاری۔ کتاب الجهاد: باب اسم الفرس والحمار، ح ۲۸۵۶۔

مسلم۔ کتاب الایمان بباب الدلیل علی ان من مات علی التوحید، ح ۳۰۔

عمل کے قبول ہونے کی شرائط

سوال قبولیت عمل کے لئے کیا شرائط ہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں عمل کے قبول ہونے کی تین مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

1 اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا اور اس کی توحید پر قائم رہنا

فرمانِ الٰہی:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴾

(الکہف: ۱۸/۱۱۰)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان کی میزبانی کے لئے جنت فردوس کے باغات ہوں گے۔"

حدیثِ نبوی:

((قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.))[1]

"(آپ ﷺ نے ایک صحابی کو فرمایا تھا) کہہ دو! میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم ہو جا۔"

2 اخلاص: یعنی رِیا کاری اور نمائش کے بغیر صرف اللہ (کی رضا کے حصول) کے لئے عمل کیا جائے۔ نہ کہ کسی کو دکھانے اور شہرت کے لئے اور نہ ہی کسی کو سنانے کے لئے۔

---

[1] مسلم۔ کتاب الایمان: باب جامع اوصاف الاسلام، ح ۳۸۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ﴾ (الحشر:۵۹/۷)

''اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں دے دیں' وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رُک جاؤ۔''

﴿ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ﴾ (الزمر:۳۹/۱)

''پس اللہ کی عبادت کرو اس حال میں کہ تم خالص اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔''

3 وہ عمل سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہو۔

حدیث نبوی:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ.)) [1]

''جس نے کوئی ایسا کام (دین سمجھ کر) کیا کہ اس پر ہمارا حکم نہیں ہے (یعنی ہم سے قولی فعلی اور عملی طور پر ثابت نہیں) تو وہ مردود اور نامقبول ہے۔''

---

[1] مسلم۔ کتاب الاقضیۃ: باب نقض الاحکام الباطلۃ' ح ۱۷۱۸۔

شرکِ اکبر

سوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟

جواب سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمٰن: ۱۳/۳۱)

"(لقمان نے کہا:) اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

حدیثِ نبوی:

نبی اکرم ﷺ سے گناہِ اکبر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ.))[1]

"تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔"

سوال شرک اکبر کسے کہتے ہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کرنا شرک اکبر کہلاتا ہے۔ مثلاً: غیر اللہ کو پکارنا، مُردوں سے فریاد کرنا، مدد مانگنا یا ان لوگوں سے مدد مانگنا جو ہیں تو زندہ لیکن موقع پر موجود نہیں وغیرہ۔

فرمانِ الٰہی: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ (النساء: ۳۶/۴)

---

[1] بخاری۔ کتاب الادب: باب قتل الولد خشية ان يأكل معه، ح ۶۰۰۱۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب، ح ۸۶۔

"اور تم سب اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔"

حدیثِ نبوی:

((مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ.)) [1]

"کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔"

سوال کیا اس اُمت میں بھی شرک پایا جاتا ہے؟

جواب ہاں! اس اُمت میں بھی شرک کثرت سے موجود ہے۔

فرمانِ الٰہی: ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ (یوسف: ۱۲/۱۰۶)

"اکثر لوگ ایسے ہیں کہ وہ اللہ کو مانتے بھی ہیں لیکن پھر بھی شرک کرتے ہیں۔"

حدیثِ نبوی:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تُعْبَدَ الْاَوْثَانُ.)) [2]

"اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری اُمت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں اور بُتوں کی پرستش نہ شروع ہو جائے۔"

سوال فوت شدہ یا زندہ غیر موجود کو پکارنے اور ان سے حاجات طلب کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب ان سے مانگنا یا انہیں پکارنا شرک اکبر ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ

---

[1] بخاری۔ کتاب استتابۃ المرتدین: باب اثم من اشرك بالله، ح ۶۹۱۹، ۶۹۲۰۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الکبائر و اکبرها، ح ۸۷، ۸۸۔

[2] ابوداؤد۔ کتاب الفتن: باب ذکر الفتن و دلائلها، ح ۴۲۵۲۔ ترمذی۔ کتاب الفتن: باب ماجاء لا تقوم الساعة حتی یخرج الکذابون، ح ۲۲۱۹۔ ابن ماجه۔ کتاب الفتن: باب ما یکون من الفتن، ح ۳۹۵۲۔

الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (یونس: ۱۰/۱۰۶)

"اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو مت پکارو جو تمہیں نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ظالموں (مشرکوں) میں سے ہو گے۔"

حدیث نبوی:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

"جس شخص کو اس حالت میں موت آگئی کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارتا تھا تو آگ میں داخل ہو گا۔"

سوال کیا دُعا کرنا یا پکارنا بھی عبادت ہے؟

جواب ہاں! دُعا بھی عبادت ہے۔

فرمان الٰہی: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴾ (الفاطر: ۳۵/۶۰)

"اور تمہارے رب نے فرمایا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ اور تکبر میں آکر میری عبادت سے مُنہ موڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

حدیث نبوی:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ.)) [2]

"دُعا ہی عبادت ہے۔"

---

[1] بخاری۔ کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ : باب قولہ تعالٰی (ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً)، ح ۴۴۹۷۔

مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدلیل علی من مات لا یرشك باللہ شیئًا، ح ۹۲۔

[2] ابوداؤد۔ کتاب الوتر: باب الدعاء ح ۱۴۷۹۔

ترمذی۔ کتاب الدعوات: باب (۲)، ح ۳۳۷۲۔

ابن ماجہ۔ کتاب الدعاء: باب فضل الدعاء، ح ۳۸۲۸۔

سوال کیا مُردے دُعا و پکار سنتے ہیں؟

جواب مُردے دُعا و پکار نہیں سُن سکتے۔

فرمانِ الٰہی:

1 ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ (النمل: ۲۷/۸۰)

"تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔"

2 ﴿ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ (الفاطر: ۳۵/۲۲)

"تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔"

شرک اکبر کی اقسام

سوال کیا ہم مُردہ اور زندہ مگر غیر حاضر لوگوں سے فریاد کر سکتے ہیں؟

جواب ہرگز نہیں۔ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ہماری فریاد رسی کر سکیں۔

فرمانِ الٰہی:

1 ﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (النحل: ۲۱/۱۶)

"اور وہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان لوگوں کو پکارتے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ تو خود (بھی) پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ لوگ خود مُردہ ہیں نہ کہ زندہ اور انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب (قبروں سے) اُٹھائے جائیں گے۔"

2 ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ (الانفال: ۹/۸)

"جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد (دُعا) کو قبول فرما لیا۔"

حدیثِ نبوی:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ.)) [1]

"اے زندہ جاوید اور کائنات کو سنبھالنے والے! میں تیری رحمت کی فریاد کرتا ہوں۔"

---

[1] ترمذی۔ کتاب الدعوات: باب (۹۱)، ح ۳۵۲۴۔

سوال کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسری ہستی سے مدد مانگی جاسکتی ہے؟

جواب ہرگز نہیں' غیر اللہ کو اس کی طاقت ہی نہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ (الفاتحہ: ۵/۱)

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

حدیثِ نبوی:

((اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ.))[1]

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: جب تم نے سوال کرنا ہو تو اللہ ہی سے کرو اور مدد مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔"

سوال کیا زندہ لوگوں سے مدد مانگی جاسکتی ہے؟

جواب ہاں! ہم اِن اُمور میں زندہ لوگوں سے مدد مانگ سکتے ہیں جن کی ان کو قدرت اور طاقت ہو۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ (المائدہ: ۲/۵)

"اور جو کام نیکی اور اللہ سے ڈرنے کے ہیں' ان میں سب کی مدد (تعاون) کرو۔"

حدیثِ نبوی:

((وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ.))[2]

"جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔"

سوال کیا غیر اللہ کے لئے نذر ماننا جائز ہے؟

---

[1] ترمذی۔ کتاب صفة القيامة: باب (۵۹) حديث حنظلة' ح ۲۵۱۶۔

[2] مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن' ح ۲۶۹۹۔

جواب بالکل نہیں' نذر صرف اللہ کے لئے مانی جا سکتی ہے اور کسی کے لئے نہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ رَبِّ اِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَافِي بَطْنِي مُحَرَّرًا ﴾ (آل عمران: ۳۵/۳)

"اے میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو کہ میرے پیٹ میں ہے' تیری نذر کرتی ہوں۔ اس لئے میں اسے (دُنیا کے کاموں سے) آزاد رکھوں گی۔"

حدیثِ نبوی:

((مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَهُ فَلا يَعْصِه.)) [1]

"جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ رب العزت کی اطاعت کرے گا تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ ہی کی اطاعت کرے اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ (کی نازل کردہ شریعت) کی نافرمانی کرے گا' تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔"

سوال کیا غیر اللہ کے لئے (کوئی جانور) ذبح کیا جا سکتا ہے؟

جواب ہرگز نہیں کیونکہ' یہ بھی عبادت ہے' جو صرف اللہ کے لئے ہونی چاہئے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر: ۱۰۸/۲)

"پس اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھئے اور اسی کے لئے قربانی کیجئے۔"

حدیثِ نبوی:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ.)) [2]

"اللہ تعالیٰ نے اُس پر لعنت کی ہے جو غیر اللہ کے لئے کوئی جانور ذبح کرے۔"

سوال کیا ہم قبر والوں (اولیاء وغیرہ) کا قرب حاصل کرنے کے لئے' قبروں کا طواف کر سکتے ہیں؟

---

[1] بخاری۔ کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی الطاعۃ' ح ۶۶۹۶۔

[2] مسلم۔ کتاب الاضاحی: باب تحریم الذبح لغیر اللّٰہ تعالیٰ' ح ۱۹۷۸۔

جواب ہرگز نہیں بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی درگاہ وغیرہ کا طواف نہیں کر سکتے۔"

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ (الحج: ۲۲/۲۹)

"اور چاہئے کہ (مسلمان) لوگ قدیم گھر (بیت اللہ) کا ہی طواف کریں۔"

حدیثِ نبوی:

((مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ.)) [1]

"جس نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور (پھر) دو رکعت نماز پڑھی۔ تو گویا اس نے ایک گردن آزاد کی۔"

یعنی اُس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

سوال جادو کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب جادو کرنا کفر ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۰۲)

"اور لیکن کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔"

حدیثِ نبوی:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ.)) [2]

"سات ہلاک کرنیوالی چیزوں سے بچو۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا۔"

---

[1] مسند احمد (۲/۹۵)۔ ابن ماجہ۔ کتاب المناسك: باب فضل الطواف، ح ۲۹۵۶ و ھو عند الترمذی (۹۵۹) والنسائی (۲۹۲۲) مختصراً۔

[2] بخاری۔ کتاب الحدود: باب رمی المحصنات، ح ۶۸۵۷۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب الکبائر و اکبرھا، ح ۸۹۔

سوال غائب کی خبر دینے والے دست شناس (چوریاں بتانے والے) اور کاہن (مستقبل کی خبریں بتانے والے) کی علم غیب کے دعوے میں تصدیق کر سکتے ہیں؟

جواب ہمیں ان کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی ان کی کسی بھی حد تک تصدیق کرنی چاہیے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ﴾ (النمل: ۶۵/۲۷)

”کہہ دیجئے! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے‘ کوئی بھی غیب کا عِلم نہیں رکھتا۔“

حدیثِ نبوی:

((مَنْ اَتٰى عَرَّافًا اَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ)) [1]

”جو دست شناس (چوروں کی نشاندہی کرنے والے) یا کاہن (مستقبل میں واقع ہونے والے امور کے متعلق بتانے والے) کے پاس آیا اور ان کی باتوں پر یقین کیا‘ تو اس نے رسولِ رحمت نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت مطہرہ کا انکار کر دیا۔“ [2]

سوال کیا کوئی (شخص یا ولی) غیب کی خبریں جانتا ہے؟

---

[1] مسند احمد (۴۲۹/۲ ح ۹۲۵۲)۔ مستدرك حاكم (۸/۱)

[2] یہ سخت وعید تو نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنے والے کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ اب دیکھیں اگر کوئی کہتا ہے کہ میرا تو عقیدہ مضبوط ہے مجھ پر ان لوگوں کا اثر نہیں ہوتا اور پھر وہ اسی زعم میں نجومی کے پاس چلا گیا اور اس کو جھوٹا جانتے ہوئے اس سے سوال کرتا ہے تو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً)) (مسلم۔ كتاب السلام: باب تحريم الكهانة واتيان الكهان‘ ح ۲۲۳۰)۔

”جو نجومی کے پاس آیا اور اس نے اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو اس کی چالیس دن نماز قبول نہ کی جائے گی۔“

جواب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کا علم نہیں جانتا۔ البتہ وہ اپنے رسولوں میں سے کسی کو چاہے تو غیب کی کسی بات کی اطلاع دے دے تو یہ ایک الگ صورت ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ ﴾

(الجن: ۷۲/۲۶، ۲۷)

"وہ غیب کا علم رکھنے والا ہے، اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا سوائے اپنے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرلے۔" [1]

حدیثِ نبوی:

((لا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ.)) [2]

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔"

سوال کیا شفاء کے حصول کے لئے دھاگہ، کڑا، یا چھلا وغیرہ استعمال کیا جاسکتا ہے؟

جواب ہرگز نہیں! ایسی دیگر اشیاء بھی شفاء کا عقیدہ رکھ کر نہیں پہن سکتے۔

---

[1] اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اگر غیب کی اطلاع دینے سے غیب کی کوئی بات معلوم ہو جائے تو آدمی عالم الغیب نہیں ہو جاتا۔ اگر اس مفروضے کو مان لیں تو پھر تو تمام مسلمان بھی عالم غیب بن جائیں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے وحی کے ذریعہ معلوم ہونے والی بہت سی غیب کی خبریں اپنی اُمت کو بتا دیں۔ مثلاً قیامت کے احوال، قیامت کی علامات، فتنہ دجال اور قربِ قیامت کی پیش گوئیاں وغیرہ۔ تو ثابت ہوا کہ غیب کی کسی بات سے مطلع ہونا اور چیز ہے اور عالم الغیب ہونا اور چیز ہے۔ عالم الغیب صرف اللہ وحدہ لا شریک کی ذات ہے۔ اس آیت سے اس باطل عقیدہ کی بھی نفی ہو رہی ہے کہ جس کے مطابق کہا جاتا ہے کہ "علمِ غیب عطائی" انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ یہاں پر اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنے کی بات کی ہے۔ "علم غیب" پر نہیں۔ اس لئے کہ اخبار غیب اور علم غیب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی لئے بعض جاہل لوگ علم غیب اور اخبارِ غیب کو خلط ملط کر کے پیش کرتے ہیں اور لوگوں کے عقیدے برباد کرتے ہیں۔ کیونکہ عالم الغیب اللہ ہے اور جو اُمور ہمارے لئے غائب کا درجہ رکھتے ہیں ان کو صرف وہی جانتا ہے۔

[2] طبرانی فی الکبیر (۲۰/۷) والحاکم فی المستدرک (۷/۱)

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ﴾ (الانعام: ۱۷/۶)

"اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی قسم کی تکلیف (یا نقصان) پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس تکلیف (یا نقصان) سے بچا سکے۔"

حدیثِ نبوی:

ایک صحابی نے اپنی جسمانی کمزوری دُور کرنے کیلئے پیتل کا کڑا یا چھلا پہنا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا:

((اَمَا اَنَّهَا لَا تَزِيْدُكَ اِلَّا وَهْنًا اِنْبِذْهَا عَنْكَ فَاِنَّكَ لَوْ مِتَّ مَا اَفْلَحْتَ اَبَدًا.)) [1]

"خبردار! اس سے تیری کمزوری میں اضافہ ہی ہوگا۔ اسے اُتار کر پھینک دو کیونکہ اگر اسی حالت میں تمہیں موت آگئی تو آخرت میں کبھی فلاح نہیں پا سکو گے۔"

سوال کیا ہم کوڑیاں گھونگھے' پوتھ اور دیگر تعویذات وغیرہ لٹکا سکتے ہیں؟

جواب ان چیزوں کو حصولِ شفاء اور نظرِ بد سے بچاؤ کے عقیدے کے ساتھ نہیں لٹکا سکتے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ﴾ (یونس: ۱۰۷/۱۰)

"اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو خود اس اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے۔"

حدیثِ نبوی:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ.)) [2]

---

[1] مسند احمد (۴۴۵/۴) ابن ماجہ۔ کتاب الطب: باب تعلیق التمائم' ح ۳۵۳۱۔ اسنادہ ضعیف۔

[2] مسند احمد (۱۵۶/۴)

"جس نے کوئی تمیمہ [1] لٹکایا اس نے شرک کیا۔"

سوال خلافِ اسلام قوانین پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب عمل کرنے والا اگر انہیں جائز قرار دیتا ہے یا ان کے درست ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، تو یہ کفر ہے (جو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔)

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ (المائدہ: ۵/۴۴)

"اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانونِ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔"

حدیثِ نبوی:

((وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ يَتَخَيَّرُوْا بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ)) [2]

"اور جب ان کے حکمران اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو اختیار نہ کریں گے تو اللہ احکم الحاکمین آپس میں ان کی لڑائی ڈال دے گا۔"

سوال بعض دفعہ ایک شیطانی سوال ذہن میں آتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اسے کیونکر دُور کیا جا سکتا ہے؟

جواب جب شیطان اس قسم کے خیالات کسی بھائی کے ذہن میں ڈالے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے یعنی اعوذ باللہ پڑھنا چاہیے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ﴾ (حم السجدہ: ۴۱/۳۶)

---

[1] تمیمہ اس گھونگھے، منکے یا کوڑی کو کہتے ہیں۔ جو نظرِ بد سے بچنے کے لئے لٹکایا جاتا ہے۔ یہی مؤقف صاحب عون المعبود نے اپنایا ہے۔

[2] ابن ماجہ۔ کتاب الفتن: باب العقوبات، ح ۴۰۱۹۔

"اور اگر شیطان دِل میں وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ طلب کر۔ بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔"

حدیثِ نبوی:

شیطان کے اس مکر وفریب کو دُور کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں درج ذیل دُعاء کی تعلیم دی ہے کہ ہم شیطان کی چال کو رَد کر دیں اور کہیں:

((اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ اَللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ.))[1]

"میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہم سر (برابر) ہے۔"

اس کے بعد اپنی بائیں جانب تین دفعہ تھوک دے اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے[2] اپنے خیالات کو ختم کر دے۔ ایسا کرنے سے شیطانی وسوسہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔[3]

سوال شرک اکبر کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب شرک اکبر انسان کے لئے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا باعث بن جاتا ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴾ (المائدة: ۷۲/۵)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی

---

[1] مسلم۔ کتاب الایمان: باب بیان الوسوسة فی الایمان، ح ۱۳۴۔
ابو داؤد۔ کتاب السنة: باب فی الجهمية، ح ۴۷۲۱، ۴۷۲۲۔

[2] ابو داؤد۔ کتاب السنة: باب فی الجهمية، ح ۴۷۲۲۔ یہ بخاری، مسلم، مسند احمد اور ابو داؤد میں وارد صحیح احادیث کا خلاصہ ہے۔

[3] یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔

اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں (مشرکوں) کا کوئی مدد گار نہیں۔"

حدیث نبوی:

((وَ مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ یُشْرِكُ بِهٖ دَخَلَ النَّارَ.))[1]

"جو اللہ وحدہ لا شریک کے ساتھ اس حال میں ملے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو' وہ جہنم میں داخل ہو گا۔"

سوال کیا شرک کی موجودگی میں دوسرے نیک اعمال فائدہ بخش ثابت ہونگے اور ان کا ثواب ہو گا؟

جواب شرک کے ساتھ دوسرے نیک اعمال بے فائدہ ہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶/۸۸)

"اگر وہ لوگ بھی شرک کرتے ہوتے تو جو کچھ وہ عمل کرتے تھے' سب کے سب برباد ہو جاتے۔"

حدیث نبوی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ مَعِیَ فِیْهِ غَیْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ.))[2]

"شرک کے معاملہ میں مجھے دوسرے شرکاء کی کوئی پروا نہیں۔ اگر کسی نے نیک عمل کرتے وقت میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر دیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ یعنی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

---

[1] مسلم۔ کتاب الایمان: باب الدلیل علی من مات لا یشرك باللہ ....' ح ۹۳۔

[2] مسلم۔ کتاب الزھد: باب تحریم الریاء' ح ۲۹۸۵۔

شرک اصغر

سوال شرک اصغر کسے کہتے ہیں؟

جواب شرک اصغر ریاکاری اور نمائش کا نام ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (الکہف: ۱۸/۱۱۰)

"پس جو شخص (آخرت میں) اللہ تعالیٰ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور عبادت میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔"

حدیثِ نبوی:

((اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ الرِّيَاءُ.))[1]

"مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے۔ وہ تمہارے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک چیز شرک اصغر یعنی ریاکاری ہے۔"

یہ بھی شرک اصغر ہے کہ آدمی یوں کہے: "اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتا تو یوں ہو جاتا یا جیسے اللہ اور آپ کی مرضی ہوگی۔"

حدیثِ نبوی:

((لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ.))[2]

---

[1] مسند احمد (۵/۴۲۸)

[2] ابوداؤد۔ کتاب الادب: باب، ح ۴۹۸۰۔

"یوں نہ کہو کہ جس طرح اللہ چاہے گا اور فلاں چاہے گا بلکہ اس طرح کہا جائے کہ پہلے جو اللہ کو منظور ہو گا پھر جو فلاں چاہے۔"

سوال کیا غیر اللہ کی قسم اُٹھانا جائز ہے؟

جواب غیر اللہ کی قسم اُٹھانا ناجائز اور حرام ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ قُلْ بَلٰی وَرَبِّی لَتُبْعَثُنَّ ﴾ (التغابن: ۶۴/۷)

"کہہ دیجئے! کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔"

حدیثِ نبوی:

((مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ.)) [1]

"جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اس نے یقیناً شرک کیا۔"

حدیثِ نبوی:

((مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ.)) [2]

"جس نے قسم اُٹھانی ہو وہ صرف اللہ کی قسم اُٹھائے یا پھر خاموش رہے۔"

---

[1] ابو داؤد۔ کتاب الایمان والنذور: باب کراھیۃ الحلف بالآباء، ح ۳۲۵۱۔

[2] بخاری۔ کتاب الشھادات: باب کیف یستحلف، ح ۲۶۷۹۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب النھی عن الحلف بغیر اللّٰہ تعالٰی، ح ۱۶۴۶۔

وسیلہ اور طلب شفاعت

سوال اللہ تعالیٰ کی طرف کن چیزوں کے ذریعہ سے واسطہ پکڑ سکتے ہیں؟

جواب وسیلہ دو طرح کا ہوتا ہے:

(الف) وسیلہ جائز

(ب) وسیلہ ممنوع

کچھ چیزوں کے ذریعہ تو وسیلہ پکڑنا جائز ہے اور کچھ چیزوں کے ذریعہ ممنوع اور حرام ہے۔

جائز صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

① وسیلہ جائز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات کا واسطہ دے کر اللہ سے دُعا کریں۔

② اپنے نیک اعمال کو بطورِ وسیلہ استعمال کریں۔

③ زندہ انسان سے دُعا کرانا جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ (جو زندہ تھے) کو دُعا کے لئے کہا۔[1] آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جو اس وقت وفات پاچکے تھے) کا وسیلہ استعمال نہیں کیا۔

فرمانِ الٰہی:

① ﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الاعراف: ۷/۱۸۰)

"اور اللہ کے تمام نام ہی اچھے ہیں لہٰذا اُسے اچھے ہی ناموں سے پکارو۔"

---

[1] بخاری، کتاب الاستسقاء: باب سؤال الناس الامام الاستسقاء، ح ۱۰۱۰۔

2 ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ (المائدہ: ۳۵/۵)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا وسیلہ تلاش کرو۔"

عالم اسلام کے جلیل القدر مفسر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سیدنا قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت کرکے اور اس کی رضا کے مطابق عمل کرکے (ان دونوں اعمال کے ذریعہ) اللہ کا قرب تلاش کرو۔[1]

حدیثِ نبوی:

((اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ.))[2] "اے اللہ! میں تیرے ہر نام کے وسیلہ سے تجھ سے مانگتا ہوں۔"

ایک صحابی نے جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا سوال کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.))[3]

"یعنی کثرت سے نماز پڑھا کرو (اور یہ نیک عمل ہے)۔"

غار والوں کا قِصّہ مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تو انہیں وہاں سے نجات مل گئی۔[4]

وسیلہ ممنوع: فوت شدگان (مُردوں) کو پکارنا یا انہیں حاجت روا خیال کرتے ہوئے ان سے حاجات طلب کرنا، جیساکہ آج کل ہو رہا ہے، یہ شرک اکبر کی قسم سے ہے۔

فرمانِ الٰہی:

---

[1] تفسیر ابن کثیر۔ ص ۔۳۲۱) تفسیر طبری (۲۹۱/۱۰)

[2] مسند احمد (۳۹۲/۱۔ ۴۵۲)۔ صحیح ابن حبان (۲۳۷۲۔ موارد)

[3] مسلم۔ کتاب الصلاۃ: باب فضل السجود والحث علیہ، ح ۴۸۹۔

[4] بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء: باب حدیث الغار، ح ۳۴۶۵۔
مسلم، کتاب الذکر والدعاء: باب قصۃ اصحاب الغار الثلاثۃ، ح ۲۷۴۳۔

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

(یونس: ۱۰/۱۰۶)

"اور اللہ کریم کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ دے سکتی ہے نہ نقصان' اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں (مشرکوں) میں سے ہو گا۔"

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے مقام یا جاہ وحشمت کا وسیلہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ اسی طرح دیگر انبیاء و اولیاء کی ذات یا حق وحرمت اور برکت کا وسیلہ اختیار کیا جائے۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ "اے اللہ! مجھے نبی اکرم ﷺ کے طفیل شفا عنایت فرما' یا اس طرح دُعا مانگی جائے کہ پروردگار! رسول اللہ ﷺ یا کسی فلاں ولی' قلندر' پیر فقیر معصوم وغیرہ کی جاہ وحرمت کے وسیلے سے ہماری دُعا قبول فرما یا فلاں مشکل اور آفت ٹال دے۔ ایسا کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ انہوں نے دُعا کے وقت محمد رسول اللہ ﷺ کو بطورِ وسیلہ استعمال نہیں کیا۔ بعض اوقات اس طرح کا وسیلہ انسان کو شرک تک پہنچا دیتا ہے [1] جبکہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی محبوب کے واسطہ کا محتاج ہے' جیسا کہ افسران بالا اور حکام دنیا ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے خالق کی مخلوق سے تشبیہہ لازم آتی ہے' جو شرک ہے۔ [2]

سوال کیا دُعا مانگتے وقت کسی انسان کے واسطہ کی ضرورت ہے؟

جواب ہرگز نہیں! دُعا کسی انسان کے واسطہ کی محتاج نہیں بلکہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے۔

---

[1] جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں قحط پڑا اور اس موقع پر جب نمازِ استسقاء کے لئے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا گیا۔ تو اسی موقع پر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دُعاؤں کا وسیلہ لیا گیا' جو کہ زندہ تھے اور رسول اللہ ﷺ سے موت کے بعد وسیلہ نہیں پکڑا۔ حالانکہ آپ ﷺ کی قبر مدینہ منورہ میں موجود تھی۔

(بخاری' کتاب الاستسقاء: باب سؤال الناس الامام الاستسقاء' ح ۱۰۱۰)

[2] وسیلہ کے مسئلہ پر شریعت مطہرہ کے تفصیلی احکامات جاننے کے لیے علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کی کتاب "التوسل و احکامہ و انواعہ" بہترین رہنما کتاب ہے۔ ملاحظہ فرمائیں نیز اس کا اب اُردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ﴾ (البقرہ: ۱۸۶/۲)

"اے نبی! جب میرے بندے تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان کے قریب ہی ہوں۔"

حدیثِ نبوی:

((إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ)) [1]

"بلاشبہ تم ایک ایسی ہستی سے دُعا کر رہے ہو جو سننے والی ہے اور تمہارے قریب اور تمہارے ساتھ ہے (اپنے علم کے اعتبار سے)۔"

سوال کیا زندہ لوگوں سے دُعا کروانا جائز ہے؟

جواب ہاں! زندہ (نیک اور موحد لوگوں) کو دُعا کے لئے کہا جاسکتا ہے فوت شدہ کو نہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾ (محمد: ۱۹/۴۷)

"اور آپ اپنے گناہوں کے لئے، مؤمن مردوں اور مؤمنہ عورتوں کے گناہوں کے لئے بخشش طلب کیجئے۔"

حدیثِ نبوی:

اور صحیح حدیث میں ہے: "ایک خراب نظر والا آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو کہا:

((أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَنِي)) [2]

---

[1] بخاری۔ کتاب المغازی: باب غزوۃ خیبر، ح ۴۲۰۲۔
مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء: باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ح ۲۷۰۴۔

[2] ترمذی۔ کتاب الدعوات: باب (۱۱۸)، ح ۳۵۷۸۔
ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوات: باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، ح ۱۳۸۵۔

"اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے۔"

سوال رسول اللہ ﷺ کس چیز کا واسطہ ہیں؟

جواب رسول اللہ ﷺ تبلیغ یعنی بندوں تک اللہ کا حکم (شریعت) پہنچانے کا واسطہ ہیں۔ یعنی آپ ﷺ دین پہنچانے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ (المائدہ: ۵/۶۷)

"اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔"

حدیثِ نبوی: آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: "کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟"..... تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیک زبان ہو کر کہا: "ہم آپ ﷺ کے متعلق اللہ کا پیغام پہنچا دینے کی گواہی دیتے ہیں۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ)) "اے اللہ! تو اس پر گواہ رہنا۔" [1]

سوال ہم رسول اللہ ﷺ کی سفارش کی درخواست کس سے کریں؟

جواب ہم رسول اللہ کی سفارش کی درخواست صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کر سکتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ﴾ (الزمر: ۳۹/۴۴)

"کہہ دیجئے شفاعت (سفارش) ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔"

حدیثِ نبوی: ① "آپ ﷺ نے ایک صحابی کو دُعا کے لئے یوں تعلیم دی تھی:

((اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ)) [2]

"اے اللہ! میرے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی سفارش قبول فرما۔"

---

[1] مسلم۔ کتاب الحج: باب حجة النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم، ح ۱۲۱۸۔

[2] ترمذی۔ کتاب الدعوات: باب (۱۱۸)، ح ۳۵۷۸۔

ابن ماجہ۔ کتاب اقامة الصلوات: باب ماجاء فی صلاة الحاجة، ح ۱۳۸۵۔

② ((اِنِّی اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِی شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِی لا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا.)) [1]

"میں نے اپنی ایک دُعا کو چھپا رکھا ہے۔ وہ قیامت کے دن میری اُمت کے اس انسان کے لئے بطورِ سفارش ہوگی۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا ہوگا۔"

سوال کیا زندہ سے سفارش طلب کرنا جائز ہے؟

جواب دُنیا داری کے کاموں میں زندوں سے سفارش لی جاسکتی۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ﴾ (النساء: ۸۵/۴)

"جو شخص اچھی بات کی سفارش کرے گا اس میں سے اس کو حصّہ ملے گا اور جو بُرائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصّہ دار ہوگا۔"

حدیثِ نبوی:

((اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا.)) [2]

"(نیک کاموں میں) سفارش کیا کرو، ایسا کرنے سے تمہیں اَجر ملے گا۔"

سوال نعت رسول میں مبالغہ آمیزی کا کیا حکم ہے؟

جواب آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف اور نعت میں مبالغہ آمیزی اور غلو ہرگز جائز نہیں ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ (الكهف:

---

[1] مسلم۔ کتاب الایمان: باب اختباء النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم دعوۃ الشفاعۃ، ح ۱۹۹۔

[2] بخاری۔ کتاب الزکاۃ: باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا، ح ۱۴۳۲۔
مسلم۔ کتاب البر والصلۃ: باب استحباب الشفاعۃ فیما لیس بحرام، ح ۲۶۲۷۔

(۱۱۰/۱۱۸)

"اے محمد ﷺ! کہو کہ میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں' (میرے اور تمہارے درمیان واضح فرق یہ ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا سچا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔"

حدیث نبوی:

((لَا تُطْرُوْنِی کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ.)) [1]

"(میری تعریف ومدح بیان کر کے) مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھاؤ کہ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو (مبالغہ کرتے ہوئے) حد سے بڑھا دیا۔ کیونکہ میں تو صرف بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔" [2]

---

[1] بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللّٰہ تعالٰی (واذکر فی الکتاب مریم) ' ح ۳۴۴۵۔
[2] اطراء: مدح تعریف میں مبالغہ کرنے کو کہتے ہیں۔

جہاد' دوستی اور حکومت

سوال جہاد فی سبیل اللہ کا کیا حکم ہے؟

جواب اپنی جان مال و دولت اور زبان سے جہاد کرنا واجب ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

(التوبہ: ۹/۴۱)

"نکلو! خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔"

یعنی مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جب جہاد شروع ہو یا حالات جہاد فی سبیل اللہ کا تقاضا کر رہے ہوں تو تم خوش حال ہو یا تنگ دست' جوان ہو یا بوڑھے' تندرست ہو یا بیمار' طاقتور ہو یا لاغر مجرد ہو یا عیالدار (شادی شدہ ہو یا کنوارے) ہتھیار بند ہو یا بے ہتھیار جہاد فی سبیل اللہ کی پکار پر اللہ پر توکل کرتے ہوئے نکل کھڑے ہو۔

حدیث نبوی:

((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ.)) [1]

"مشرکین سے اپنے مال و دولت' اپنی جان اور زبان سے جہاد کرتے رہو۔"

سوال "ولاء" کسے کہتے ہیں؟

جواب "ولاء" باہمی محبت اور آپس میں تعاون کا نام ہے۔

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الجہاد: باب كراهية ترك الغزو' ح ۲۵۰۴۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴾ (التوبہ: ۹/۷۱)

"مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔"

حدیثِ نبوی:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا.)) [1]

"ایک مؤمن دوسرے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے کے لئے (قوت اور) مضبوطی کا باعث ہے۔"

سوال کیا کفار سے دوستی رکھنا اور ان کی مدد کرنا جائز ہے؟

جواب ہرگز نہیں' کفار سے ایسے تعلقات استوار کرنا اور ان کی مدد کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾ (المائدہ: ۵/۵۱)

"اگر تم میں سے کوئی شخص انہیں اپنا دوست بناتا ہے تو اس کا شمار انہیں (کفار میں) سے ہوگا۔"

حدیثِ نبوی:

((اِنَّ اٰلَ بَنِي فُلَانٍ لَيْسُوْا بِاَوْلِيَائِي.)) [2]

"فلاں قبیلہ سے میرے کوئی تعلقات نہیں ہیں۔"

سوال ولی کون ہوتا ہے؟

جواب ولی وہ ہوتا ہے جو ایماندا' پرہیزگار اور تقویٰ شعار اور مؤحد ہو۔

---

[1] بخاری۔ کتاب الادب: باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضاً' ح ۶۰۲۶۔
مسلم۔ کتاب البر والصلة: باب تراحم المؤمنین .....' ح ۲۵۸۵۔

[2] بخاری۔ کتاب الادب: باب قبل الرحم ببلاها' ح ۵۹۹۰۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب موالاة المؤمنین و مقاطعة غیرهم' ح ۲۱۵۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔۔۔اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (یونس: ۱۰/ ۶۳)

"خبردار! بے شک اللہ کے اولیاء (دوستوں) پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔"

حدیثِ نبوی:

((اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ.)) [1]

"اللہ میرا مولیٰ ہے اور تمام صالح اہل ایمان میرے دوست ہیں۔"

سوال مسلمان اپنے فیصلے کیسے کرتے ہیں؟

جواب مسلمان ہمیشہ کتاب و سنت کی روشنی میں فیصلے کرتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ (المائدہ: ۵/ ۴۹)

"آپ ان کے درمیان اس چیز (قرآن وحدیث) کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ.)) [2]

"اے پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے! اپنے بندوں پر تیرا حکم ہی نافذ ہو گا۔ یعنی تو خود ہی فیصلہ فرمائے گا۔"

---

[1] بخاری و مسلم (حوالہ سابق)

[2] مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین : باب صلاۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم و دعائہ باللیل، ح ۷۷۰۔

قرآن و حدیث پر عمل کرنا

سوال اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کیوں نازل فرمایا ہے؟

جواب تاکہ اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ﴾ (الاعراف: ۷/۳)

"لوگو! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے' اس کی پیروی کرو۔"

حدیثِ نبوی:

((اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ وَاعْمَلُوْا بِهٖ وَلَا تَأْكُلُوْا بِهٖ.))[1]

"قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو اور اسے ذریعہ معاش نہ بناؤ۔"

سوال صحیح حدیث پر عمل کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب صحیح حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ (الحشر: ۵۹/۷)

"اور جو چیز رسول (ﷺ) تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ روک دیں اس سے رُک جاؤ۔"

حدیثِ نبوی:

---

[1] مسند احمد (۳/۴۲۸' ۴۴۴) باختلاف یسیر۔ وانظر الصحیحة (۲۶۰)

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْ بِها.)) [1]

"میرے طریقے کو لازم پکڑو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑو۔"

سوال کیا قرآنِ کریم کو کافی سمجھتے ہوئے حدیث رسول کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے؟

جواب ہرگز نہیں' کیونکہ حدیث نبوی' قرآنِ کریم کی شارح ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ (النحل: ۱۶/۴۴)

"ہم نے یہ ذکر (قرآن) تم پر نازل کیا ہے' تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس کی تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ' جو ان کے لئے اُتاری گئی ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((اَلَا اِنِّي اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ.)) [2]

"یاد رکھو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی اور چیز بھی دی گئی ہے (یعنی حدیث رسول ﷺ)۔"

سوال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی بات مانی جاسکتی ہے؟

جواب بالکل نہیں۔ دینی معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کو آخری اتھارٹی حاصل ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ (الحجرات: ۴۹/۱)

---

[1] ابوداؤد' کتاب السنة: باب فی لزوم السنة' ح ۴۶۰۷۔
ترمذی' کتاب العلم: باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع' ح ۲۶۷۶۔
ابن ماجه' المقدمة: باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين' ح ۴۳

[2] ابوداؤد' کتاب السنة: باب فی لزوم السنة' ح ۴۶۰۴۔

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے آگے نہ بڑھو۔"

حدیث نبوی:

((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ.)) [1]

"جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہو تو پھر مخلوق میں سے کسی دوسرے کی بات نہ مانی جائے۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

((اَخْشٰی اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْکُمْ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ اَقُوْلُ لَکُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُوْنَ قَالَ اَبُو بَکْرٍ وَعُمَرُ)) [2]

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ آپڑے کیونکہ میں تمہیں احادیث نبوی کا حوالہ دیتا ہوں اور تم کہتے ہو ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے یوں فرمایا ہے۔"

سوال کسی مسئلہ میں جب ہمارا آپس میں لڑائی جھگڑا اور اختلاف ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب ان حالات میں قرآنِ مجید اور سنت صحیحہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾ (النساء: ۵۹/۴)

"اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف و نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

---

[1] شرح السنة (۱۰/۴۴)۔ مسند احمد (۵/۶۶)

[2] کتاب التوحید لمحمد بن عبدالوهاب رحمه الله (ص ۲۹۸) واللفظ له۔ طحاوی فی شرح معانی الاثار (۱/۳۹۸) نحو المعنی، مسند احمد (۱/۳۳۷) ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم و فضله (ص ۴۵۸)

حدیثِ نبوی:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا.)) [1]

"تم میری سنت کو لازم پکڑو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔"

سوال اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کا معیار کیا ہونا چاہیے؟

جواب محبت کا معیار ان کی اطاعت اور ان کے احکامات کی پیروی ہے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (آل عمران: ۳/۳۱)

"اے نبی! لوگوں سے کہو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تم سے محبّت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَ وَلَدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.)) [2]

"تم میں سے اس وقت تک کسی کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

سوال کیا نوشتہ تقدیر کا بہانہ بنا کر اعمال کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے؟

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب السنۃ: باب فی لزوم السنۃ' ح ۴۶۰۷۔
ترمذی۔ کتاب العلم: باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ' ح ۲۶۷۶۔
ابن ماجہ۔ المقدمۃ: باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین' ح ۴۳' ۴۴۔

[2] بخاری۔ کتاب الایمان: باب حب الرسول صلی اللہ علیہ و سلم من الایمان' ح ۱۵۔
مسلم۔ کتاب الایمان: باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم' ح ۴۴۔

جواب تقدیر کا سہارا لے کر اعمال ترک نہیں کئے جا سکتے۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴾ (اللیل: ۹۲/۷)

"جس نے مال دیا اور پرہیز (تقویٰ اختیار) کیا اور بھلائی کو سچ مانا تو ہم اسے آسانی سے اس کام میں لگا دیں گے جس سے اس کو آرام ملے گا۔"

حدیثِ نبوی:

((اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ.))[1]

"عمل کرتے رہو ہر ایک کے لئے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔"

---

[1] بخاری۔ کتاب التفسیر، سورۃ واللیل: باب (فسنیسرہ للیسریٰ)، ح ۴۹۴۹۔
مسلم۔ کتاب القدر: باب کیفیۃ خلق الآدمی، ح ۲۶۴۷۔

سنت و بدعت

سوال دینِ اسلام میں بدعت سے کیا مُراد ہے؟

جواب دینِ اسلام میں کسی چیز کی زیادتی یا کمی کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (الشوریٰ: ۴۲/۲۰)

"کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک باری تعالیٰ رکھتے ہیں۔ جو ان کو دین کا وہ راستہ بتاتے ہیں جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔"

حدیثِ نبوی:

((مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) [1]

"جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات داخل کی وہ جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہوگی۔"

سوال کیا دینِ اسلام میں بدعت حسنہ کا وجود ہے؟ [2]

جواب ہرگز نہیں، کیونکہ دینِ اسلام میں ہر بدعت گمراہی ہے۔

---

[1] بخاری۔ کتاب الصلح: باب اذا اصطلحوا علی صلح جور، ح ۲۶۹۷۔
مسلم، کتاب الاقضیۃ: باب نقض الاحکام الباطلۃ، ح ۱۷۱۸۔

[2] بدعت یہ ہے کہ دین میں کسی نئے کام کو نیکی سمجھ کر رواج دینا اور اختیار کرنا کہ اس کام کے ساتھ ثواب و عذاب کا عقیدہ بھی وابستہ ہو اور اس کام کو دین کا حصہ سمجھا جاتا ہو یا کسی سنت سے ثابت عمل صالحہ میں اضافہ یا کمی اپنی مرضی یا کسی امام و عالم کے کہنے پر کر دینا۔ یہ دونوں صورتیں مردود ہیں۔ بدعات کے دفاع میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو ہم یہ نیا کام نیکی سمجھ کر کر رہے ہیں اگر یہ بدعت ہے یا صحیح نہیں =

فرمانِ الٰہی:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ: ۵/۳)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے لئے بطورِ دین پسند کر لیا ہے۔"

حدیثِ نبوی:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.))[1]

"ہر بدعت گمراہی ہے' ہر گمراہی جہنم میں گرانے کا باعث ہے۔"

سوال کیا اسلام میں "سنت حسنہ" ہے؟

جواب ہاں! اسلام میں سنت حسنہ کا وجود ہے۔

حدیثِ نبوی:

((مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ.))[2]

"جو شخص اسلام میں کسی اچھے کام کی بنیاد رکھتا ہے اسے اُس اچھے کام کا اَجر ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا (مجموعی) اَجر بھی ملتا ہے۔ اس دو چند اَجر ملنے پر (دونوں میں سے) کسی دوسرے کے اَجر میں کمی نہیں کی جائے

= ہے تو اس کی ممانعت دکھلاؤ۔ یاد رکھئے! یہ ایک باطل حیلہ ہے۔ میرے بھائی! اگر یہ کام رسول اللہ ﷺ کے دور میں اختیار کیا جاتا تو آپؐ اس سے منع فرما دیتے لیکن چونکہ آپ ﷺ کی زندگی میں یہ کام ہوا ہی نہیں اسی لئے اس کی ممانعت بھی کتب احادیث میں مذکور نہیں۔ آپ نے چونکہ یہ قانون بتا دیا کہ جس کام پر ہمارے حکم کی مُہر نہ ہو وہ مردود ہے اور یہ کہ جس نے ہمارے دین میں وہ چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ ایسے تمام حیلے بہانے راہِ سنت سے فرار کے ذرائع ہیں۔ آپ کے بیان کردہ احکام جو بدعت کی تحقیق میں کسوٹی اور قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہی ان تمام بدعات کی ممانعت کی دلیل ہے۔

[1] نسائی۔ کتاب صلاۃ العیدین: باب کیف الخطبۃ' ح ۱۵۷۹۔

[2] مسلم۔ کتاب الزکاۃ: باب الحث علی الصدقۃ' ح ۱۰۱۷۔

گی۔"

سوال مسلمانوں کو غلبہ کب حاصل ہو گا؟

جواب جب مسلمان (شریعت مطہرہ) کتاب اللہ اور احادیث رسول کو عملاً نافذ کر دیں گے۔

- سنت رسول پر (انفرادی سطح پر) عمل پیرا بھی ہوں گے۔
- توحید باری تعالیٰ کا پرچار کریں گے۔
- شرک کی تمام اقسام سے دستبردار ہو جائیں گے۔
- اللہ کے دشمنوں سے نپٹنے (جہاد) کے لئے حسب طاقت تیاری کریں گے۔

فرمانِ الٰہی:

① ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾

(محمد: ۴۷/۷)

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔"

② ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ﴾ (النور: ۲۴/۵۵)

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لئے اس دین کو مظبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"

عقیدہ اسلام کے منافی امور

ہر مسلمان بھائی کو یہ بات جاننی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام بندوں پر یہ واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ دینِ اسلام کو اپنائیں اور مضبوطی سے اس پر قائم رہیں اور اس کی مخالف چیزوں سے ڈرتے اور ان سے بچتے رہیں۔ اسی بات کی دعوت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جس نے آپ ﷺ کی پیروی کی وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس نے اس (اطاعت) سے منہ موڑا وہ گمراہ ہوا۔ بہت سی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ارتداد کی طرف لے جانے والی چیزوں اور شرک و کفر کی دیگر قسموں سے آگاہ فرمایا ہے۔ علمائے کرام نے مرتد کے احکام کے ضمن میں بتایا ہے کہ اسلام کی ضد اور منافی بہت سے ایسے اُمور ہیں جن کا ارتکاب کر کے ایک مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کے جان و مال کی حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ ان منافی اسلام اُمور میں دس بہت زیادہ خطرناک اور کثیر الوقوع ہیں اور یہاں ان کو مختصراً معمولی توضیحات کے ساتھ اور عام فہم انداز میں بیان کیا جاتا ہے' تاکہ اللہ کے نیک بندے خود بھی ان سے بچتے رہیں اور دوسروں کو بھی ان سے ڈراتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارتکاب سے ہمیں اپنی حفاظت اور امان میں رکھے۔ (آمین)

اول: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا

اسلام کے منافی چیزوں میں پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾

”اللہ کریم بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔“ (النساء: ۴/۴۸)

نیز اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰٮهُ النَّارُ‌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴾ (المائدۃ: ۵/۷۲)

''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ ذوالجلال نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

مُردوں سے دُعائیں مانگنا' ان کی دہائی دینا' ان کے لیے نذریں ماننا اور قربانی پیش کرنا اس شرک میں داخل ہے۔

دوم: خالق تک پہنچنے کے لیے مخلوق کے واسطے پکڑنا

جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کچھ واسطے بنا لیے اور ان سے دُعائیں مانگیں اور ان سے شفاعت طلب کی اور اسی پر بھروسہ کیا تو بالاجماع کفر کا ارتکاب کیا۔

سوم: مشرکوں کے مذہب کو صحیح جاننا

جس نے مشرکوں کو کافر نہیں سمجھا یا ان کے کافر ہونے میں شک کیا یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھا تو اس شخص نے کفر کا ارتکاب کیا۔

چہارم: نبیؐ کے طریقہ کے علاوہ کسی اور کا طریقہ بہتر سمجھنا

جس نے یہ سمجھا کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا طریقہ، زندگی زیادہ مکمل اور جامع ہے' یا یہ عقیدہ رکھا کہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ، حکمرانی سے بہتر اور کوئی طریقہ، حکمرانی ہے' تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ مثلاً وہ لوگ جو طاغوتی نظامِ حکومت کو رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ طریقہ، حکمرانی پر ترجیح دیتے ہیں۔

پنجم: اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز یا حکم کو ناپسند کرنا

جس نے نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی کسی چیز کو

ناپسند کیا۔ خواہ اس پر وہ خود عمل ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ (محمد:۷۰/۹)

"کیونکہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔"

ششم: دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا جس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی کسی چیز کا یا اس کی جزا و سزا کا مذاق اُڑایا اُس نے کفر کا ارتکاب کیا' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ (التوبۃ: ۹/۶۵' ۶۶)

"اے نبی (ﷺ) کہہ دیجئے کہ کیا تم لوگ اللہ' اس کی (نازل کردہ) آیتوں اور اس کے رسول کا مذاق اُڑایا کرتے تھے؟ اب عذر اور بہانے نہ بیان کرو۔ تم لوگ تو ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔"

ہفتم: جادو کیا یا اسے پسند کیا جادو' اپنی مختلف قسموں اور نوعیتوں کے ساتھ' مثلاً "صرف" (اس عمل سحر کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان کو اس کی پسندیدہ اور محبوب چیز کے بارے میں متنفر کر دیا جاتا ہے۔ جیسے شوہر کے دِل میں بیوی کی محبت کی جگہ بغض اور نفرت پیدا کرنا) اور "عطف" (اس عمل سحر کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شیطانی طریقوں سے آدمی کو اس کی ناپسند چیز کی طرف مائل کر دیا جاتا ہے) وغیرہ۔ پس جس نے جادو کیا یا اس سے رضامند ہوا' وہ کفر کا مرتکب ہو گیا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾

"وہ دونوں فرشتے جب بھی کسی کو (جادو کے علم کی) تعلیم دیتے تھے تو پہلے اسے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے کہ دیکھ! ہم محض ایک آزمائش (میں مبتلا

ہیں۔ (ہم سے جادو سیکھنے کا اصرار کرکے) تو کفر میں مبتلا نہ ہو۔" (البقرہ: ۱۰۲/۲)

ہشتم: مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون کرنا اور ان کو مدد بہم پہنچانا۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴾ (المائدہ: ۵۱/۵)

"اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انہی میں ہے یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔"

نہم: مخصوص افراد کو شریعت کی پابندی سے آزاد جاننا جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ کچھ مخصوص افراد شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کی پابندی سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ تو اس نے بھی کفر کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بنیاد پر کہ:

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۸۵/۳)

"اس فرمانبرداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے تو اسکا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔"

دہم: دین اسلام سے بے رغبتی اور بے پروائی اختیار کرنا اللہ کے دین سے اعراض کرنا۔ وہ اس طرح کہ آدمی نہ اس دین کو سیکھتا ہو اور نہ اس پر عمل کرتا ہو۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيَاتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ (السجدۃ: ۲۲/۳۱)

"اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے

نصیحت کی جائے اور پھر وہ ان سے منہ پھیر لے۔ ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔"

یہ تمام اُمور اسلام کی ضد اور منافی ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ کوئی شخص ان کا ارتکاب مذاقاً کرتا ہے یا سنجیدہ ہو کر۔ سوائے اُس شخص کے جو اضطرار کی حد تک اس پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ یہ سب اُمور انتہائی خطرناک ہیں۔ پھر بھی بسا اوقات لوگ ان کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو اپنے حق میں ان چیزوں سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔

چوتھی قسم میں وہ شخص داخل ہے جس نے یہ سمجھا کہ انسان کے خود ساختہ نظام اور قوانین شریعت اسلامی سے بہتر ہیں یا یہ عقیدہ رکھا کہ اسلامی شریعت اس بیسویں صدی کے لیے موزوں نہیں ہے یا اس کو مسلمانوں کی پستی کا سبب سمجھتا ہو یا اس کو بندہ اور رب کے درمیان شخصی تعلق تک محدود تصور کرتا ہو۔ بغیر اس کے کہ دنیا کے دوسرے معاملات میں اس کا کوئی عمل دخل ہو۔ نیز اسی چوتھی قسم میں وہ بھی داخل ہے جس نے یہ سمجھا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا اور شادی شدہ زناکار کو سنگسار کرنے کا خدائی قانون عصر حاضر کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اور ہر وہ شخص اس میں داخل ہے جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ معاملات اور تعزیرات میں اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور نظام یا قانون کے ذریعہ سے فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اگرچہ کہ وہ یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ وہ نظامِ شریعت سے بہتر ہے' اس لیے کہ درحقیقت وہ شخص اس طریقہ سے اس چیز کو عملاً جائز اور مباح ٹھہرا لیتا ہے جس کی حرمت مسلماتِ دین میں سے ہے۔ مثلاً زنا' شراب نوشی' سود خوری اور شریعت کے علاوہ کسی اور نظام کے ذریعہ سے حکومت کرنا۔ لہٰذا ایسے آدمی کے متعلق افعالِ کفر کا مرتکب ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (اور ان اُمور میں کفر کا ارتکاب آدمی کو کافر کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے)

ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں ایسی چیزوں سے جو اس کے غضب اور اس کے دردناک عذاب کا سبب بنیں اور درود و سلام نازل ہو خیر الخلائق' اشرف الانبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ (آمین)

عقیدہ کی خرابیاں اور ان سے بچنے کے طریقے

یقیناً عقیدے کی سلامتی ایک اہم چیز اور زبردست فریضہ ہے' دوسرے فرائض کا درجہ اس کے بعد ہے' اس لیے ہم "القوادح فی العقیدة و وسائل السلامة منها" عقیدے کی خرابیاں اور ان سے بچاؤ کے طریقے کے عنوان پر قرآن و سنت کی روشنی میں آگاہی حاصل کریں گے۔

عقیدہ وہ ہے جسے انسان ازروئے دین واعتقاد' صلاح و فساد' اچھائی اور برائی کے اختیار کرتا ہے۔ مقصد صحیح عقیدہ اور اس سلسلے میں جو چیزیں بندے پر واجب ہوتی ہیں اسے بیان کرنا ہے' اس لیے کہ اس دنیا میں عقیدے بہت ہیں' مگر سوائے اس عقیدے کے جسے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے' سب کے سب فاسد ہیں اور یہی وہ اسلامی عقیدہ ہے' جو معصیت و بدعت اور شرک کی آمیزش سے پاک و صاف اور خالص ہے۔

اسلام کو ہی اپنا دین و مذہب بنائیں کیونکہ......

یہی وہ عقیدہ ہے جس کا بیان اللہ کی کتاب میں ہوا ہے اور جس پر اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت دلالت کرتی ہے' اور یہی اسلام ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ (سورة آل عمران: ۱۹/۳)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین دین اسلام ہی ہے۔"

اور ارشاد فرمایا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ

الاسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدۃ: ۵/۳)

"آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کر دی اور اسلام تمہارے لیے ازروئے دین پسند کیا۔"

تو اسلام اللہ کا وہ دین ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی انسان سے بھی کوئی اور دین قبول نہیں کیا جائے گا' اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الاسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۳/۸۵)

"جو کوئی بھی مذہب اسلام کے علاوہ اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

تمام انبیاء کا عقیدہ' اسلام ہی دین (برحق) ہے

یہی تمام انبیاء کرام کا دین ہے۔ یہی آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کرام نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ' داؤد' سلیمان' اسحاق' یعقوب' یوسف اور ان کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اور یہی ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے کہ جنہیں اللہ نے دنیا کے تمام انسانوں کے لیے مبعوث کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انبیا کرام باپ شریک بھائی ہیں جن کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے۔"[1]

اور ایک روایت میں: "باپ شریک بیٹے ہیں"[2] کا لفظ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کا دین ایک ہے اور وہ اللہ کی توحید اور اس بات پر ایمان کی کہ وہی سارے جہان کا پالنے والا ہے اور وہی تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا' جاننے والا ہے' اور آخرت' بعث و نشور' جنت و جہنم' میزان اور ان کے علاوہ تمام

---

[1] بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللّٰہ تعالٰی (واذکر فی الکتاب مریم)' ح ۳۴۴۳۔
مسلم۔ کتاب الفضائل: باب فضائل عیسٰی علیہ السلام' ح ۲۳۶۵۔

[2] بخاری۔ حوالہ سابق' ح ۳۴۴۲۔ مسلم' حوالہ سابق' ح ۲۳۶۵۔

اخروی امور پر ایمان رکھنا۔ لیکن شریعتیں تو یہ مختلف ہیں اور یہی معنی علاتی اولاد کا ہے' یعنی سوکنوں کے بیٹے اور یہ کہہ کر شریعتیں مراد لی ہیں' جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ (المائدۃ: ۴۸/۵)

"تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت اور راہ مقرر کر دی ہے۔"

"اخوۃ الاب" جن کے باپ ایک ہوں اور مائیں مختلف ہوں اسی طرح انبیاء کرام ہیں جن کا دین ایک ہے اور وہ اللہ کی توحید اور تمام عبادات کو اسی کے لیے خالص کرنا۔

اور لا الہ الا اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرنا اور اللہ' اللہ کے فرشتوں' اس کی کتابوں' رسولوں' یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھنا ہے۔

اور ان چیزوں پر ایمان رکھنا جو ان سے نکلتی ہیں جیسے بعثت و نشور' جنت جہنم' میزان' حساب و کتاب اور پل صراط وغیرہ۔

امت محمدیہ پر آسانی و تخفیف

ایسے ہی انبیاء کرام ہیں کہ ان کا دین ایک ہے' سب کے سب ایک ہی دین لے کر آئے لیکن شریعتیں مختلف ہیں جسے سوکنوں کی اولاد' تورات کی شریعت انجیل اور توریت سے پہلے کی شریعت' توریت و انجیل دونوں کی شریعت سے مختلف ہے' اللہ تعالی نے اس امت پر آسانی کر دی اور بہت سارے احکام میں تخفیف کر دی۔ جیسے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ (الاعراف: ۱۵۷/۷)

"اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ)) [1]

"مجھے آسان دین حنیفی کے ساتھ بھیجا گیا۔"

[1] مسند احمد (۲۶۶/۵)

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی آسان شریعت کے ساتھ بھیجا جس میں نہ تو کوئی بوجھ ہے اور نہ کوئی قید اور نہ ہی اس میں کوئی تنگی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ (الحج: ۲۲/۷۸)

"اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔"

ہمارے نبی ﷺ کی شریعت سے پہلے گزشتہ شریعتوں کے پیروکار پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم نہیں کرتے تھے بلکہ نمازیں مؤخر کر دیتے اور پانی ملنے پر وضوء کر کے' جمع کر کے پڑھتے' اور اس محمدی شریعت میں تیمم جائز ہے۔ تو جو آدمی پانی نہ پائے' یا اس کے استعمال سے عاجز ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ اس طرح اس میں بہت ساری سہولتیں اور آسانیاں پیدا ہو گئیں۔

ہر نبی اپنی قوم کے پاس بھیجا جاتا تھا لیکن نبی کریم جناب محمد ﷺ تمام انس و جن اور عرب و عجم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے اور اللہ نے آپ کو خاتم النبیین بنایا۔ ہم سے پہلے کے لوگ نماز صرف اپنی عبادت گاہوں' مسجدوں اور نماز کی جگہوں میں ہی پڑھ سکتے تھے لیکن اس محمدی شریعت میں آپ جہاں کہیں بھی ہوں نماز پڑھ سکتے ہیں' اللہ کی جس زمین میں خواہ وہ صحرا و بیابان ہو' نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھ لیں۔ جیسے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا))[1]

"ساری زمین ہمارے لیے مسجد اور پاکیزگی کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔"

تو وہ اسلامی شریعت جسے ہمارے نبی محمد ﷺ لے کر آئے ایک آسان اور کشادہ شریعت ہے جس میں کوئی تنگی اور قید نہیں ہے۔ جیسے مریض کو روزہ رکھنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کے لیے درست ہے کہ وہ افطار کرے اور روزوں کی قضاء کر لے' اور مسافر

---

[1] بخاری۔ کتاب التیمم: باب (۱)' ح ۳۳۵۔
مسلم۔ کتاب المساجد: باب المساجد و مواضع الصلاۃ' ح ۵۲۱۔

نماز قصر کے ساتھ پڑھے اور ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضاء کر لے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵/۲)

"اور جو آدمی بیمار ہو یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر لے۔"

نمازی اگر کھڑا ہونے پر قدرت نہیں رکھتا تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر بیٹھ بھی نہیں سکتا تو پہلو پر نماز پڑھے اور پہلو پر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا تو چت لیٹ کر نماز ادا کرے۔ جیسا کہ یہ سنت رسول اللہ ﷺ سے صحیح طریق سے ثابت ہے۔[1] اور جب انسان کوئی حلال چیز نہ پائے جس سے وہ اپنی زندگی کی آخری سانس روک سکے تو اس کے لیے مردار اور اس جیسی دوسری چیزیں کھا کر اپنی زندگی بچانا جائز ہے' تاکہ وہ مر نہ جائے۔

ماحاصل تو معلوم ہوا کہ اسلامی عقیدہ اللہ کی توحید اور اس کے تئیں اخلاص ہی ہے اور اللہ اور اس کے رسولوں' کتابوں' فرشتوں اور یوم آخرت یعنی دوبارہ زندہ کیے جانے اور اٹھائے جانے پر ایمان ہو جنت و جہنم اور ان کے علاوہ اخروی امور پر ایمان ہو اور اچھی بری تقدیر نیز اس بات پر ایمان ہو کہ اللہ نے تمام چیزوں کو مقدر کر رکھا ہے جس پر وہ اپنے علم کے ساتھ محیط ہے اور اپنے پاس لکھ رکھا ہے۔ اور اسلام کے دیگر ارکان نماز پڑھنا' زکوۃ ادا کرنا' روزے رکھنا اور حج کرنا ہے۔ اور اس کے واجبات و فرائض اللہ کے راستے میں جہاد کرنا' اچھی باتوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا' والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا' صلہ رحمی کرنا' سچی بات کرنا اور امانت کی ادائیگی کرنا وغیرہ ہے۔

اسلام کا نام اسلام کیوں ہے؟ تو اسلام اللہ تعالیٰ کی توحید اور اخلاص کے ساتھ اس کا تابع و فرمانبردار ہو جانے اور اللہ' اس کے رسول کی اطاعت و تابعداری پر جم جانے کا نام ہے۔ اور اسلام کا نام اسلام اسی لیے ہے کہ

---

[1] بخاری۔ کتاب التقصیر: باب اذا لم یطق قاعداً صلی علی جنب' ح ۱۱۱۷۔

مسلمان اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیتا ہے' اسی کو ایک مانتا ہے' غیروں کو چھوڑ کر تنہا اسی کی عبادت کرتا ہے' اور اسی کے احکام کی فرمانبرداری کرتا ہے' اور نافرمانی سے باز رہتا ہے اور اس کے حدود سے آگے نہیں بڑھتا ہے' یہی اسلام ہے۔

اسلام کی پانچ بنیادیں

اس کے پانچ ارکان ہیں اور وہ یہ ہیں: اس بات کی گواہی دینا کہ معبود برحق صرف اللہ ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا' زکاۃ دینا' ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور جسے طاقت ہو بیت اللہ کا حج کرنا۔

دونوں شہادتوں کا مفہوم یہ ہے کہ خالص اللہ کی عبادت کی جائے اور یہ ایمان ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ دونوں شہادت دین کی جڑ اور ملت اسلام کی بنیاد ہیں' تو حقیقی معبود صرف تنہا اللہ کی ذات ہے اور یہی لا الہ الا اللّٰہ کا مفہوم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ ﴾ (سورة الحج: ۶۲/۲۲)

"یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ جسے یہ لوگ پکارتے ہیں باطل ہیں۔"

محمد رسول اللہ کی شہادت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ علم و یقین کے ساتھ گواہی دیں کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی' مکی' پھر مدنی اللہ کے رسول برحق ہیں' وہ اللہ کے بندوں میں سب سے برتر ہیں اور آپ کے رشتے اور خاندان والے مطلقاً عربوں میں سب سے افضل ہیں' تو آپ ﷺ اچھوں میں سب سے اچھے ہیں' آپ اشرف المخلوقات اور آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب کے سردار ہیں۔

عقیدہ اطاعت رسول' آخرت میں کامیابی کی ضمانت

لہٰذا آپ پر یہ ایمان رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسان و جنات' مرد و عورت' عرب و عجم' مالدار و فقیر' شہر و دیہات والے

سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ آپ سب کے لیے اللہ کے رسول ہیں' جو آپ کی پیروی کرے گا وہ جنت کا مستحق ہو گا اور جو آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کے لیے جہنم ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى)) [1]

"میرے تمام امتی جنت میں جائیں گے سوائے اس کے جو انکار کر دے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ "اے اللہ کے رسول! کون انکار کرے گا؟" آپ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔"

یہی وہ عظیم اسلامی عقیدہ ہے جس کا مضمون ہے اللہ کی توحید اور تمام اعمال اسی کے لیے خلوص کے ساتھ کرنا' اور اس کے رسول جناب محمد ﷺ کے برحق رسول ہونے پر ایمان رکھنا' نماز' زکاۃ' روزہ' اور حج کے واجب ہونے پر ایمان رکھنے کے ساتھ تمام انبیاء کرام و رسولوں پر ایمان رکھنا اور اللہ اس کے فرشتوں' کتابوں' رسولوں اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھنا اور ان تمام چیزوں پر یقین رکھنا جن کی اللہ اور اور اس کے رسول نے خبر دی ہے۔

اسی اسلامی عقیدے میں بعض لوگوں کی طرف سے کچھ خرابیاں اور غلطیاں واقع ہوئیں جو اسے ختم کر دیتی ہیں جن کا یہاں بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

خرابیاں دو قسم کی ہیں ایک قسم تو ایسی ہے جو اس عقیدے کو برباد اور ختم کر دیتی ہے جس کا مرتکب۔ نعوذ باللہ۔ کافر ہو جاتا ہے۔

---

[1] بخاری۔ کتاب الاعتصام: باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم' ح ۷۲۸۰۔

اور دوسری قسم وہ ہے جو اس عقیدے میں کمی اور کمزوری پیدا کر دیتی ہے۔

تو پہلی قسم کا نام ناقض عقیدہ ہے اور وہ وہی ہے جو عقیدے کو باطل و برباد کر دیتی ہے' جس کا مرتکب انسان کافر اور اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے' اس کا نام ناقض ہے اور مفسد بھی۔

پہلی قسم

کافر بنا دینے والی خرابیاں

نواقض اسلام وہی ہیں جو مرتد ہو جانے کا سبب بن جاتے ہوں' اسی کا نام نواقض ہے۔ اور ناقض' قول و فعل بھی ہو سکتا ہے اور اعتقاد و شک بھی۔

انسان کبھی کسی بات کے کہنے سے یا کسی کام کے کرنے' یا کسی چیز کا اعتقاد رکھنے' یا کسی چیز میں شک ہو جانے سے مرتد ہو جاتا ہے۔ ان تمام چاروں چیزوں سے وہ ناقض پیدا ہوتا ہے جو عقیدے میں گڑ بڑ پیدا کرتا ہے' اور اسے باطل کر دیتا ہے' جسے علماء کرام نے اپنی کتابوں میں۔ باب حکم المرتد۔ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ علماء کے مذاہب میں سے ہر مذہب اور فقہاء میں سے جس نے کتابیں لکھیں اکثر و بیشتر حدود کے بیان کے وقت مرتد کے احکام ذکر کرتے ہیں اور مرتد وہی ہے جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے' یعنی وہ اللہ کے دین سے پھر گیا اور اس سے منہ پھیر لیا۔ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ))[1]

''جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو۔''

---

[1] بخاری۔ کتاب استتابة المرتدين : باب حكم المرتد' ح ۶۹۲۲۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا پھر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا "تشریف رکھیے" اور گاؤ تکیہ ان کے لیے لگا دیا، تو دیکھتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا ہے انہوں نے پوچھا "یہ کیا ہے؟" جواب دیا کہ "یہ یہودی تھا اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا ہے اور دوبارہ یہودی ہو گیا" انہوں نے کہا "جب تک یہ قتل نہیں کیا جاتا میں بیٹھوں گا نہیں جو اللہ اور رسول کا فیصلہ ہے۔" ابو موسیٰ نے کہا "تشریف رکھیے ایسا ہی ہو گا" تو جواب میں انہوں نے تین بار اپنا قول دہرایا اس پر ابو موسیٰ نے قتل کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ [1]

اس سے یہ پتہ چلا کہ اسلام سے مرتد ہونے والا جب توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے گا، اور توبہ کرائے جانے کی صورت میں اگر توبہ کر لیتا ہے اور اسلام قبول کر لیتا ہے تو الحمد للہ۔ (اسے کچھ نہیں کہا جائے گا) اور اگر اسلام کی طرف لوٹ کر نہیں آتا اور اپنے کفر و ضلالت پر جما رہتا ہے تو قتل کر دیا جائے گا اور جلد اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ)) [2]

"جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو۔"

① قول کے سبب مرتد ہونا (ارتداد قولی)

نواقض اسلام بہت ہیں، انہیں میں سے ایک ارتداد قولی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو گالی دینا، یہ دین اسلام کے منافی بات ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا یعنی لعنت و ملامت کرنا، اللہ اور اس کے رسول کو گالی

---

[1] بخاری۔ کتاب استتابة المرتدين : باب حكم المرتد، ح ۶۹۲۳۔
مسلم۔ کتاب الامارة : باب النهي عن طلب الامارة، ح ۱۵/۱۷۳۳۔

[2] بخاری، کتاب استتابة المرتدين : باب حكم المرتد، ح ۶۹۲۲۔

دینا یا عیب لگانا' جیسے کسی انسان کا کہنا کہ "اللہ ظالم ہے' اللہ بخیل ہے' اللہ فقیر و محتاج ہے' اللہ کو بعض معاملات کا علم نہیں ہے یا بعض کاموں پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔ تو یہ سب باتیں اسلام سے مرتد کرنے والی ہیں۔

جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات میں کسی قسم کا نقص نکالا' عیب دار ٹھہرایا یا گالی گلوچ دی تو وہ کافر اور اسلام سے مرتد ہے۔ نعوذ باللہ۔ یہ ارتداد قولی ہے۔

جب کوئی انسان اللہ کو گالی دے یا اس کا مذاق اڑائے یا اس میں نقص نکالے یا اسے کسی ایسی چیز سے متصف کرے جو اس کے شایانِ شان نہیں ہے جیسے یہودیوں کا کہنا "اللہ بخیل ہے اللہ فقیر ہے اور ہم سب مالدار ہیں۔" اور ایسے ہی کوئی کہے کہ "اللہ بعض چیزیں نہیں جانتا ہے یا کچھ کاموں پر قدرت نہیں رکھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرے' اس پر ایمان نہ لائے ...... تو ایسا انسان اپنی بری باتوں کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا۔

یا جیسے یہ کہے کہ اللہ نے ہمارے اوپر نماز نہیں فرض کی ہے تو یہ اسلام سے مرتد ہو جانا ہے' جس نے کہا کہ اللہ نے نماز واجب نہیں کی ہے تو وہ تمام مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ اسلام سے مرتد و خارج ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ جاہل و ناوان ہے' مسلم معاشرے سے دور ہے' ان مسائل عقیدہ کا علم نہیں رکھتا ہے تو اسے ان مسائل کے متعلق بتلایا جائے گا' اس کے باوجود اگر وہ اصرار کرتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

لیکن جب وہ مسلمانوں کے درمیان رہتا ہو اور دینی امور سے واقف ہو' ایسی صورت میں اگر کہے گا کہ نماز واجب (فرض) نہیں ہے' تو یہ ارتداد ہے' توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

یا کہے کہ زکاۃ لوگوں پر واجب نہیں ہے' یا کہے ماہ رمضان کے روزے واجب نہیں ہیں' یا حج استطاعت کے باوجود واجب نہیں ہے۔ جس کسی نے بھی اس طرح کی باتیں کہیں وہ اجماعاً کافر ہو جائے گا' اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ نعوذ باللہ۔

۲ ارتدادِ فعلی فعلی ارتداد جیسے نماز چھوڑنا، کسی مسلمان کا نماز نہ پڑھنا، اگرچہ وہ کہتا ہو کہ نماز واجب ہے لیکن پڑھتا نہیں، تو یہ علمائے کرام کے صحیح قول کے اعتبار سے ارتداد ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ))[1]

"وہ عہد و پیمان جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا تو وہ کافر ہو گیا۔"

اور آپ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

((بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ))[2]

"مسلمان آدمی اور کفر و شرک (یعنی کافروں اور مشرکوں) کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔"

جلیل القدر تابعی شقیق بن عبداللہ العقیلی کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوائے نماز کے کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔[3]

یہ ارتداد فعلی ہے یعنی نماز جان بوجھ کر ترک کرنا۔ اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی قرآن کو حقیر سمجھتا ہے، اور اسے حقیر و ذلیل سمجھتے ہوئے اس پر بیٹھ جائے، یا جان بوجھ کر اسے گندگی سے لت پت کرے، یا اسے اپنے قدموں کے ساتھ حقیر جانتے ہوئے روندے، تو ایسا انسان اس کی وجہ سے اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

ارتداد فعلی میں سے صاحب قبر (مُردے) سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے قبروں کا طواف کرنا، ان کے لیے یا جنوں کے لیے نماز پڑھنا، یہ ارتداد فعلی ہے۔ رہا ان کو

---

[1] ترمذی۔ کتاب الایمان: باب ماجاء فی ترك الصلاۃ، ح ۲۶۲۱۔
نسائی۔ کتاب الصلاۃ: باب الحکم فی تارك الصلاۃ، ح ۴۶۳۔
ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوات: باب ماجاء فیمن ترك الصلاۃ، ح ۱۰۷۹۔

[2] مسلم۔ کتاب الایمان: باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاۃ، ح ۸۲۔

[3] ترمذی۔ کتاب الایمان: باب ماجاء فی ترك الصلاۃ، ح ۲۶۲۲۔

پکارنا' ان سے مدد طلب کرنا' ان کے لیے نذر ماننا تو یہ ارتداد قولی ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کی غرض سے قبروں کا طواف کرے تو اس کا یہ فعل بدعت شمار ہو گا' جس سے دین میں خرابی پیدا ہو گی' یہ ارتداد نہیں ہو گا بلکہ یہ دین کے اندر خرابی پیدا کرنے والی بدعت ہو گی۔ جب کہ صاحب قبر سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے طواف نہ کیا ہو بلکہ اللہ سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے نادانی میں قبروں کا طواف کیا ہو۔

غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا' ذبیحوں سے غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا' کفر فعلی ہے۔

جیسے اونٹ' بکرے' مرغے یا گائے قبر والوں یا جنوں یا ستاروں سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے بطور عبادت ذبح کرے' تو یہ سارے ذبیحے غیر اللہ کے لیے ہوں گے' مردار کے حکم میں ہوں گے اور یہ فعل کفر اکبر میں شمار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے عافیت میں رکھے۔

یہ تمام چیزیں ارتداد کی قسمیں ہیں اور اسلام کے منافی افعال ہیں۔

۳ ارتداد اعتقادی اعتقادی ارتداد' ارتداد کی اقسام میں سے وہ ہے جس کا دل سے اعتقاد رکھے اگرچہ زبان سے نہ کہے اور نہ ہی کرے بلکہ اپنے دل سے اعتقاد رکھے' جیسے دل سے یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے' یا وہ بخیل ہے یا ظالم ہے' اگرچہ اسے زبان سے نہ کہے اور نہ ہی کرے۔

تو ایسا شخص امت مسلمہ کے اجماع کے ساتھ صرف اس عقیدے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا' یا دل سے یہ اعتقاد رکھے کہ بعث و نشور (پیدا ہونا اور مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھایا جانا) کوئی چیز نہیں' اور جو کچھ اس سلسلے میں وارد ہوا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں' یا یہ اعتقاد رکھے کہ جنت و جہنم کا وجود نہیں' اور نہ ہی کوئی دوسری زندگی ہے' تو ایسا اعتقاد رکھنا ہی کفر اور اسلام سے ارتداد ہے۔ اگرچہ زبان سے نہ کہے۔ نعوذ باللہ۔

اس عقیدے کے سبب سے تمام اعمال باطل ہو جاتے ہیں' اور ایسے انسان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

ایسے ہی یہ عقیدہ رکھے اگرچہ زبان سے نہ کہے۔ کہ محمد ﷺ سچے نبی نہیں ہیں یا

آپ آخری نبی نہیں ہیں' آپ کے بعد دوسرے (ظلی' بروزی' تشریعی اور امتی) انبیاء آئیں گے' یا یہ اعتقاد رکھے کہ مسیلمہ کذاب سچا نبی ہے' تو اس کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔

یا دل سے یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت نوح' موسیٰ' عیسیٰ یا دیگر انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہیں یا ان میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے' تو یہ اسلام سے ارتداد ہے۔

یا یہ عقیدہ رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو جیسے انبیاء کرام' یا ان کے علاوہ کسی اور انسان' یا سورج' ستارے وغیرہ کو پکارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب دل سے ایسا عقیدہ رکھے گا تو اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ ﴾ (سورة الحج: ٦٢/٢٢)

"یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔"

اور مزید فرمایا:

﴿ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ (سورة البقرة: ١٦٣/٢)

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے' اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔" ..... اور فرمایا:

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ (سورة الفاتحه: ٥/١)

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔" اور فرمایا:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ (سورة الاسراء: ٢٣/١٧)

"اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔" ...... اور فرمایا:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ﴾ (سورة الغافر: ١٤/٤٠)

"تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے لیے دین کو خالص کر کے' گو کافر برا ہی مانیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (الزمر: ۶۵/۳۹)

"یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف بھی وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلا شبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت ساری آیتیں ہیں۔

تو جس نے بھی یہ خیال رکھا یا اعتقاد رکھا کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کی خواہ وہ فرشتہ ہو' نبی ہو یا درخت' جن و غیرہ ہو' عبادت ہو سکتی ہے' تو وہ کافر ہو گا۔ اور جب اسے زبان سے بھی کہہ دے تو قول و اعتقاد دونوں سے کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کر گذرے اور غیر اللہ کو پکارے اور ان سے فریاد رسی کرے تو قول' فعل اور اعتقاد سب کے لحاظ سے کافر ہو جائے گا۔ ہم اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔

آج جو اکثر ملکوں میں قبروں کے پجاری مردوں کو پکارتے اور ان سے فریاد رسی کرتے اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں' یہ سب اسی میں داخل ہیں۔

ان میں سے بعض کہتے ہیں "اے میرے آقا! میری مدد فرما' میری فریاد رسی کر' میں تیرے پاس ہی ہوں' میرے مریض کو شفا دے' میرے گم ہونے والے کو واپس کر دے اور میرے دل کی اصلاح فرما دے۔" ان مردوں کو آواز دیتے ہیں' جن کا نام انہوں نے اولیاء رکھ چھوڑا ہے' ان سے یہ سوال کرتے ہیں جبکہ اللہ کو بھول گئے اور اس کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں۔ اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔ تو یہ قولی فعلی' اور اعتقادی کفر ہے۔

ان میں سے بعض دور دراز ملکوں سے لمبی مسافت سے آواز دیتے ہیں کہ "یا

رسول اللہ! میری مدد فرما" اور اس طرح کی دوسری درخواستیں کرتے ہیں۔ بعض آپ کی قبر کے پاس کہتے ہیں کہ "یا رسول اللہ! میرے بیمار کو شفا دیں' یا رسول اللہ! مدد فرمائیں' ہمارے دشمنوں پر ہمیں غالب کریں' ہمارے حالات سے آپ واقف ہیں' دشمنوں پر ہمیں غلبہ عطا فرمائیں" جب کہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ یہ قولی و فعلی شرک ہے اور جب اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ جائز ہے' اس میں کوئی حرج نہیں' تو یہ بیک وقت قولی' فعلی اور اعتقادی شرک ہو جائے گا۔ نسال اللّٰہ العافیۃ

یہ بہت سے ملکوں اور شہروں میں پایا جاتا ہے اور اس ملک میں بھی تھا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت سے پہلے ریاض و درعیہ میں تھا' ان شہروں میں لوگوں کے معبودان باطلہ تھے' اللہ کے سوا درختوں کی پرستش ہوتی تھی' لوگوں کی اولیاء نام رکھ کر اللہ کے ساتھ عبادت ہوتی تھی' اللہ کے ساتھ قبروں کی پوجا ہوتی تھی' زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر جبیلہ میں جہاں وہ مسیلمہ کذاب کے زمانہ جہاد ردہ میں شہید ہوئے تھے' موجود تھی' اللہ کے سوا ان کی اس قبر کی پوجا ہوتی تھی' اللہ کے فضل و کرم سے اسے ڈھا دیا گیا اور آج وہ قصہ پارینہ ہو گئی' یہ سب شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت کا نتیجہ ہے' اللہ انہیں ہماری طرف اور جملہ مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ نجد و حجاز میں بے شمار و لاتعداد بڑے بڑے شرک کے کام' باطل عقائد اور غیر اللہ کی عبادت کا رواج عام تھا' لیکن جب محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا بارہویں صدی کے نصف آخر میں یعنی تقریباً دو سو سال سے کچھ زیادہ پہلے ظہور ہوا۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور رہنمائی کی' تو اکثر جاہل و نفس پرست علماء نے آپ کی مخالفت کی' اور دشمنی پر اتر آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے علماء حق سے آپ کی تائید کی' تو آپ نے دعوت الی اللہ اور توحید کی طرف رہنمائی کا فریضہ انجام دیا' اور اس کے لیے واضح طور پر یہ بیان کیا کہ جن' پتھر' اولیاء و صالحین وغیرہ کی عبادت شرک ہے اور جاہلی عمل ہے' یہ کفار قریش ابو جہل وغیرہ کے کام ہیں جیسے وہ لوگ لات' عزی و منات کی عبادت اور قبر پرستی کرتے تھے تمہارے اعمال

انہیں کے اعمال جیسے ہیں۔

آپ نے لوگوں کے لیے واضح کیا اور اللہ تعالیٰ، آپ کے ہاتھ پر جنہیں ہدایت دینی تھی انہیں ہدایت یاب کیا۔ پھر آپ کی دعوت نجد کے تمام علاقوں میں پھیل گئی اور یوں یہاں ایمان و توحید کا بول بالا ہوا۔ لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک اور ولیوں و قبروں کی عبادت چھوڑی جب کہ پہلے وہ لوگ ماسوا ان کے جن پر اللہ نے رحم فرمایا انہیں کی عبادت کرتے تھے۔ بلکہ بعض لوگ پاگل و مجنون لوگوں کی عبادت کرتے تھے اور انہیں اولیاء کہتے تھے، اور یہ ان کی بڑی جہالت تھی جس میں وہ لوگ مبتلا تھے۔

شک سے مرتد ہونا

اعتقادی، عملی و قولی ارتداد کا بیان تو ہو چکا ہے رہا شک سے مرتد ہونے کا بیان، تو مثال کے طور پر جیسے کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے کہ نہیں۔ مجھے شک ہے تو یہ کفر شکی میں مبتلا کافر ہے۔ یا یہ کہے کہ "مجھے نہیں معلوم کہ بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھایا جانا حق) ہے یا نہیں، یا جنت و جہنم کے حق ہونے میں شک کرے کہے "میں نہیں جانتا ہوں مجھے شک ہے۔" تو ایسا شخص توبہ کرایا جائے گا اگر کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ان دینی امور میں جو یقینی طور پر نص و اجماع سے معلوم ہیں، شک کی وجہ سے کفر کی حالت میں قتل کر دیا جائے۔

پس جو آدمی اپنے دین میں شک کرے اور کہے کہ "مجھے نہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ حق یا رسول اللہ برحق ہیں، وہ سچے ہیں یا جھوٹے" یا کہے کہ "میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں" یا کہے کہ "مسیلمہ کے جھوٹے ہونے کا مجھے علم نہیں" یا کہے کہ "اسود عنسی جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جھوٹا ہے یا نہیں" ...... تو یہ اور اس طرح کے تمام شکوک اسلام سے مرتد کر دینے والے ہیں، ایسے انسان سے توبہ کرایا جائے گا اور حق بتایا جائے گا، توبہ کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

جیسے نماز کے سلسلے میں کہے "مجھے شک ہے کہ واجب ہے یا نہیں، اور زکاۃ واجب ہے کہ نہیں ماہ رمضان کے روزے واجب ہیں یا نہیں، یا طاقت کے باوجود عمر میں ایک

بار حج کے وجوب و عدم وجوب میں شک کرے' تو یہ تمام شکوک کفر اکبر ہیں' کہنے والے سے توبہ کرایا جائے گا' اگر توبہ کر لے اور ایمان لے آئے' تو ٹھیک ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ)) [1] کے روسے قتل کر دیا جائے گا۔

تو نماز' روزہ' زکوۃ اور حج ان تمام چیزوں کے حق ہونے نیز ان کے شرعی شروط کے ساتھ مسلمانوں پر واجب ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دوسری قسم

ایمان میں کمی اور کمزوری پیدا کر دینے والی خرابیاں

پہلی قسم جس کا بیان ہو چکا ہے وہ خرابیاں ہیں جو اسلام کے منافی ہیں' اور اسے باطل کر دیتی ہیں اور ایسا انسان مرتد ہو جاتا ہے' اسے توبہ کرائی جائے گی اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں قتل کر دیا جائے گا۔

دوسری قسم میں شامل وہ خرابیاں جو کفر میں داخل نہیں کرتیں لیکن ایمان میں کمزوری و کمی کا باعث بنتی ہیں۔

ایسا انسان جہنم اور اللہ کے غضب سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے' لیکن وہ کافر نہیں ہو گا۔ اس کی مثالیں جیسے زنا جب کہ آدمی کا ایمان ہے کہ وہ حرام ہے' اسے حلال بھی نہیں سمجھتا' حرام جانتا ہے' حلال نہیں جانتا بلکہ یہ جان کر زنا کرتا ہے کہ اس صورت میں وہ اللہ کریم کا نافرمان ہو گا تو ایسا شخص کافر نہیں ہو گا' بلکہ نافرمان و گنہگار ہو گا۔ لیکن اس کا ایمان ناقص ہو گا اور یہ گناہ اس کے عقیدے میں خرابی کا باعث ہو گا لیکن اس کے باوجود وہ دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہو گا۔

---

[1] بخاری۔ کتاب استتابة المرتدین۔ باب حکم المرتد' ح ۶۹۲۲۔

ہاں اگر وہ زنا حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ اور ایسے ہی اگر کہے کہ چوری کرنا حلال ہے یا اس جیسے دوسرے گناہ بھی تو کافر ہو جائے گا' اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا ہے۔ اور ایسے ہی غیبت کرنا' چغلی کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا اور سود کھانا وغیرہ' عقیدے میں یہ تمام خرابیاں دین و ایمان کمزور کرنے والی ہیں۔

بدعات جو شرک کی خاردار وادی تک لے جاتی ہیں

ایسے ہی بدعتیں جو معصیت کے کاموں سے زیادہ سخت ہیں' دین کے اندر بدعت ایمان کی کمزوری کا سبب ہے۔ اور جب تک اس میں شرک کا وجود نہ ہو انسان اس سے مرتد نہیں ہوتا ہے۔

اس کی مثالیں: قبروں پر تعمیر کی بدعت جیسے قبر پر مسجد یا قبہ بنائے تو یہ بدعت ہے' دین میں خرابی پیدا کرتی ہے اور ایمان کمزور کرتی ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب بنانے والا اللہ کے ساتھ کفر کے جواز کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اور نہ ہی مردوں کو پکارنے ان سے فریاد رسی کرنے اور ان کے لیے نذر و نیاز کا قائل ہو بلکہ وہ اپنے اس فعل سے ان کی عزت و احترام کا خیال رکھتا ہو' تو ایسی صورت میں یہ کام کفر نہیں ہے بلکہ دین خراب کرنے والی بدعت ہے جو ایمان میں کمزوری و کمی پیدا کرتی ہے اور شرک تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

بدعت کی مثالوں میں سے جشن عید میلاد النبی کی بدعت ہے۔ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو کچھ لوگ محفل عید میلاد النبی منعقد کرتے ہیں تو یہ کام بدعت ہے' نہ تو نبی ﷺ نے اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اور نہ آپ کے خلفائے راشدین نے اسے کیا ہے اور نہ ہی دوسری و تیسری صدی والوں نے کیا ہے بلکہ یہ دین میں ایک نئی ایجاد کردہ بدعت ہے۔

بدوی یا عبدالقادر جیلانی وغیرہ کی محفل میلاد منعقد کرنا' میلاد کی محفلیں منعقد کرنا ان بدعتوں اور غلط کاموں میں سے ہے جو عقیدے میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں' اس لیے

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((شَرُّ الامُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [1]

"سب سے برا کام (دین اسلام میں) نئے نئے ایجاد کردہ کام ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) [2]

"جس کسی نے ہمارے اس دین میں نئی چیز پیدا کی جو دین میں سے نہیں ہے، تو وہ مردود ہے"

یعنی وہ اس پر مردود ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)) [3]

"جس کسی نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے پر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم لوگ نئے ایجاد شدہ کاموں سے بچو اس لیے کہ دین میں (زیادہ ثواب کمانے کی خاطر) ہر نئی ایجاد کی گئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" [4]

---

[1] مسلم۔ کتاب الجمعة: باب تخفیف الصلاة والخطبة، ح ۸٦٧۔

[2] بخاری۔ کتاب الصلح: باب اذا اصطلحوا علی صلح جور، ح ۲٦۹۷۔
مسلم۔ کتاب الاقضیة: باب نقض الاحکام الباطلة، ح ۱۷۱۸۔

[3] مسلم۔ کتاب الاقضیة: باب نقض الاحکام الباطلة، ح ۱۷۱۸۔

[4] ابوداؤد۔ کتاب السنة: باب فی لزوم السنة، ح ۴٦۰۷۔
ترمذی۔ کتاب العلم: باب ماجاء فی الاخذ بالسنة، ح ۲٦۷٦۔
ابن ماجه۔ المقدمة: باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین، ح ۴۲۔

تو بدعتیں دین میں ان خرابیوں میں سے ہیں جو کفر سے کمتر درجہ کی ہیں جب تک ان میں کفریہ کام نہ ہو۔ رہا جب محفل میلاد میں رسول اللہ ﷺ کو پکارنا' آپؐ سے فریاد رسی کرنا اور مدد طلب کرنا ہو' تو یہ اللہ کے ساتھ شرک ہو جائے گا۔ اور ایسے ہی ان کا پکارنا: یا رسول اللہ! ہماری مدد فرما' مدد مدد یا رسول اللہ' یارسول اللہ تو ہماری فریاد رسی کر' یا ان کا یہ اعتقاد رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہیں' یا آپ کے علاوہ کسی کو غیب کا علم ہے۔ جیسے بعض شیعوں کا علی' حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ اعتقاد ہے کہ انہیں غیب کا علم ہے ..... تو یہ تمام چیزیں شرک اور دین سے ارتداد ہے خواہ وہ محفل میلاد میں ہوں یا میلاد میں نہ ہو۔ ایسے ہی بعض رافضیوں کا یہ کہنا کہ ان سبھی بارہ اماموں کو غیب کا علم ہے تو یہ کفر و ضلالت اور دین اسلام سے ارتداد ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ (سورة النمل: ٦٥/٢٧)

"آپ کہہ دیجئے کہ زمین اور آسمانوں میں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔"

لیکن جب محفل میلاد میں صرف سیرت نبوی کا پڑھنا اور آپ کے پیدائش کے وقت آپ کی لڑائیوں میں واقع شدہ واقعات اور اس جیسی وہ تمام چیزیں جو ان کے محفلوں و ولیموں میں ہوتی ہیں' تو یہ بدعت ہے' جو دین میں کمی پیدا کرتی ہے لیکن یہ دین کے منافی و مناقض نہیں ہے۔

ماہ صفر کے متعلق بدشگونی پر مبنی عقائد

بدعتوں ہی میں سے ہے جو بعض نادان لوگ ماہ صفر کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس مہینے میں سفر نہیں کرنا چاہیئے اس لیے کہ اس مہینے صفر نامی ایک کیڑا ہوتا ہے جو پیٹ کی تکلیف دیتا ہے' تو یہ لوگ اس سے بدشگونی لیتے ہیں' یہ جہالت و گمراہی ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ)) [1]

"نہ چھوت چھات ہے اور نہ ہی بد شگونی۔"

اس لیے چھوت چھات بد شگونی کا اعتقاد رکھنا اور پچھتروں یا غولِ شیطان سے تعلق قائم رکھنا یہ تمام ان جاہلی کاموں میں سے ہیں جو دین میں خرابیوں کا باعث بنتے ہیں۔ تو جس نے یہ سمجھا کہ چھوت چھات کا وجود ہے تو یہ باطل ہے' لیکن اللہ تعالیٰ بعض مریضوں س گھل مل کر رہنے کو کبھی تندرست انسان کے مریض ہونے سبب بنا دیتا ہے۔

لیکن بذات خود یہ (بیماری) سرایت نہیں کرتی ہے' اسی لیے جب بعض عربوں نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سنا: لَا عدوی تو کہا "اے اللہ کے رسول! اونٹ ریگستان میں ہرن کی طرح ہوتا ہے' لیکن جب خارش زدہ اونٹ ان کے درمیان داخل ہو جاتا ہے تو اسے بھی خارش زدہ کر دیتا ہے" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "پہلے اونٹ کو کس نے چھوت چھات سے دو چار کیا؟ [2] یعنی کس نے پہلے اونٹ میں خارش نازل کی۔

تو تمام معاملے اللہ کے ہاتھ میں ہیں' جب چاہتا ہے اس خارش کے سبب اسے خارش زدہ کر دیتا ہے اور اگر چاہے تو اسے خارش زدہ نہ کرے۔

اور آپ کا فرمان ہے:

((لَا يُوْرِدَنَّ مُمَرِّضٌ عَلٰى مُصِحٍّ)) [3]

"بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔"

یعنی بیمار اونٹ کو صحت مند اونٹ کے پاس نہ لاؤ بلکہ دونوں ایک دوسرے سے

---

[1] بخاری۔ کتاب الطب: باب لا ھامة' ح ۵۷۵۷۔
مسلم۔ کتاب السلام: باب لا عدوی ولا طیرة' ح ۲۲۲۰۔

[2] بخاری۔ کتاب الطب: باب لا صفر' ح ۵۷۱۷۔
مسلم۔ کتاب السلام: باب لا عدوی ولا طیرة' ح ۲۲۲۰۔

[3] بخاری۔ کتاب الطب: باب لا ھامة' ح ۵۷۷۱۔
مسلم۔ کتاب السلام: باب لا عدوی ولا طیرة' ح ۲۲۲۱۔

الگ رہیں اور یہ برائی سے بچنے اور اس کے اسباب سے دور رہنے کے باب سے ہے' ورنہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں' کوئی چیز بذات خود متعدی نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ (سورۃ التوبہ: ۹/۵۱)

"آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں وہ چیز لاحق ہو سکتی ہے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔"

گھل مل کر رہنا مرض ہونے کا سبب ہے اس لیے گھل مل کر رہنا مناسب نہیں ہے۔ تو کھجلی والا اونٹ صحت مند اونٹ سے ملا کر نہ رکھا جائے' ایسے ہی ہمیں رسول اللہ ﷺ نے برائی کے اسباب سے بچنے و پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب گھل مل کر رہے گا تو وہ بیماری اس کے اندر سرایت کر جائے گی ہرگز نہیں' کبھی سرایت کر جاتی ہے اور کبھی نہیں کرتی۔ یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے' اس لیے نبی کریم ﷺ نے "فَمَنْ اَعْدَى الْاَوَّلَ" فرمایا یعنی پہلے کو بیماری کہاں سے آئی؟ اور اس بیان میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

((فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ))[1]

"شیر سے بھاگنے کی طرح کوڑھی سے بچو۔"

مطلب یہ ہے کہ اہل جاہلیت کا چھوت چھات سے بد شگونی لینا اور پرندہ اڑا کر یا ہامہ سے بد شگونی لینا۔ ہامہ: یہ میت کی روح ہے' اس کے قبر کے پاس پرندے کے مانند ہوتی ہے جس سے لوگ بد شگونی لیتے ہیں۔ یہ باطل ہے' اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ میت کی روح تو جنت یا جہنم میں ہوتی ہے۔

دیکھی یا سنی جانے والی چیزوں سے بد شگونی اور بد فالی لینا جاہلی کاموں میں سے ہے

---

[1] بخاری۔ کتاب الطب: باب الجذام' ح ۵۷۰۷۔

اس لیے کہ وہ جب کسی نامناسب چیز کو دیکھتے جیسے کوا' یا کالا گدھا' یا کٹے ہوئے دم والا وغیرہ تو بدشگونی لیتے تھے' یہ ان کی جہالت و گمراہی ہے' اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا طَآئِرُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ ﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۳۱/۷)

"درحقیقت ان کی نحوست اللہ کے پاس ہے۔"

تو اللہ ہی کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے' اسی کے ہاتھ میں عطا کرنا اور روک لینا ہے۔ نحوست کی کوئی حقیقت و اصلیت نہیں ہے' وہ ایسی چیز ہے جس کا ان کے سینوں میں وجود ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ وہ باطل چیز ہے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا طِيَرَةَ))[1] "بدشگونی کوئی چیز نہیں ہے۔"

اس لیے جب کوئی منحوس چیز دیکھے تو اپنی ضرورت سے واپس نہ لوٹے' اگر سفر کے لیے نکلے اور بدشکل گدھا یا آدمی وغیرہ سامنے آجائے تو واپس نہ ہو بلکہ اللہ پر بھروسہ کرکے اپنی ضرورت کے لیے نکل جائے۔ اگر واپس ہو جاتا ہے تو یہی بدشگونی عقیدے میں خرابی کا باعث ہے لیکن شرک اکبر سے کم ہے بلکہ یہ شرک اصغر ہے۔ ایسے ہی تمام بدعتیں ہیں ساری کی ساری عقیدے میں خرابیاں پیدا کرنے والی ہیں' لیکن کفر سے کم ہیں اگر ان میں کفریہ کام نہ ہوں۔

تو یہ بدعتیں جیسے میلاد کی بدعت' قبروں پر عمارتوں کی تعمیر' ان پر مسجدیں بنانا اور صلاۃ الرغائب یہ تمام کی تمام بدعت ہیں۔ شب اسراء و معراج۔ جسے یہ لوگ رجب کی ستائیسویں تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ محفل منعقد کرنا ایسی بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[1] بخاری۔ کتاب الطب: باب الطیرۃ ح ۵۷۵۳' ۵۷۵۴۔
مسلم۔ کتاب السلام: باب لا عدوی ولا طیرۃ' ح ۲۲۲۳' ۲۲۲۵۔

شعبان کی پندرھویں تاریخ کے متعلق گمراہی پر مبنی عقائد

کچھ لوگ شعبان کی پندرھویں تاریخ کی رات محفل منعقد کرتے ہیں اور اس میں قربت الٰہی کی غرض سے بہت سارے کام کرتے ہیں۔ بسا اوقات پوری رات جاگتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں' اور خیال یہ کرتے ہیں کہ یہ ثواب کا کام ہے حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں اور اس کے متعلق وارد حدیثیں صحیح نہیں ہیں' بلکہ وہ بدعت ہے۔

اس سلسلے میں جامع قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جسے لوگوں نے رائج کر لیا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ خود کیا ہو اور نہ ثابت رکھا ہو' تو وہ بدعت ہے۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))[1]

"جس نے ہمارے دین میں نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

اور فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))[2]

"جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

اور آپ جمعہ کے خطبہ میں فرماتے تھے:

---

[1] بخاری۔ کتاب الصلح: باب اذا اصطلحوا علی صلح جور' ح ۲۶۹۷۔
مسلم۔ کتاب الاقضیۃ: باب نقض الاحکام الباطلۃ' ح ۱۷۱۸۔

[2] مسلم۔ کتاب الاقضیۃ: باب نقض الاحکام الباطلۃ' ح ۱۷۱۸۔

((وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [1]

"سب سے برے کام دین میں نئی نئی ایجاد ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

لوگوں کو بدعت سے خوف دلاتے تھے' انہیں سنت کے التزام کی دعوت دیتے تھے۔

تو مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اسلام اپنے اوپر لازم کر لیں اور اس پر جمے رہیں یہی' ان کے لیے کافی اور درجہ کمال ہے۔

انہیں بدعت کی کوئی حاجت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (سورة المائدة: ۳/۵)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے مذہب اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

تو اللہ تعالیٰ نے دین پورا اور مکمل کر دیا جس پر اس کی تعریف اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے' اس لیے لوگوں کو اب کسی قسم کی بدعت لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ)) [2]

"تم لوگ اپنے اوپر میری سنت اور میرے بعد ہونے والے خلفائے راشدین کی سنت (کو اختیار کرنا) لازم کر لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔"

اس لیے لوگوں کو اب زید و عمر کی بدعت کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ اللہ کی شریعت

---

[1] مسلم۔ کتاب الجمعة: باب تخفیف الصلاة والخطبة' ح ۸٦۷۔

[2] ابو داؤد۔ کتاب السنة: باب فی لزوم السنة' ح ۴٦۰۷۔

ترمذی۔ کتاب العلم: باب ماجاء فی الاخذ بالسنة' ح ۲٦۷٦۔

ابن ماجه۔ المقدمة: باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین' ح ۴۲۔

کو پکڑے رہنا' اس کے راستے پر چلنا' اس کی حدود پر رک جانا اور لوگوں کی ایجاد کردہ بدعتوں کو چھوڑ دینا واجب و ضروری ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بدعت اور بدعتیوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (سورة الشورىٰ: ۲۱/۴۲)

"کیا ان کے ایسے شریک کار ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسی دینی شریعتیں بنا دیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے۔"

اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اچھے کاموں کو اختیار کرنے اور اپنانے کی توفیق بخشے اور مسلمانوں کے حالات درست فرمائے اور انہیں دین میں سمجھ عطا فرمائے اور کجی' انحراف اور گمراہی کے راستے سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ ہمارے نبی ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب پر درود و سلام نازل فرمائے۔ (آمین)

المكتبة الرحمانية

۹۹۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

نمبر ....

حسنِ عقیدہ

عقیدہ کا حسن ہی ہے جو انسان کو کامیاب و کامران بنا کر اللہ ذوالجلال کی رضامندی اور خوشی کا سرٹیفکیٹ فراہم کرتا ہے، جو دودھ شہد کی نہروں اور حور و غلمان سے مزین جنتوں کا وارث بناتا ہے، جو جنت میں انبیاء و شہداء اور صدیقین کی رفاقت کا حقدار بناتا ہے۔ اگر عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہوگا تو قیامت کے دن کامیاب ہو کر حضرت انسان جنت کا حقدار کہلائے گا، اور اگر عقیدہ خراب ہوگا تو جہنم میں جانے سے اسے کوئی چیز نہ روک سکے گی۔ لیکن اپنے عقیدہ میں حسن پیدا کرنے کے لیے دنیائے کفر کے علاوہ اپنے عزیز و اقارب، رشتہ داروں، دوست احباب، خاندان و برادری اور پورے معاشرے سے ٹکرانا پڑتا ہے، مصلحتوں کی دیوار کو گرانا پڑتا ہے، طعن و تشنیع اور دشنام طرازیوں، گالیوں، برے القابات اور طرح طرح کی دلآزار و جگر پاش باتوں کے تیروں کو سہنا پڑتا ہے، ایسے لوگ دنیا میں طرح طرح سے تکلیفیں، اذیتیں دے کر ستائے جاتے ہیں، تکالیف و مصائب کو برداشت کرنا پڑتا ہے، صرف اس لیے کہ وہ عقیدۂ توحید کا بلند کیا ہوا پرچم سرنگوں نہیں ہونے دیتے... توھمات و بدعات کو غالب نہیں آنے دیتے... یوں وہ اپنے عقیدہ میں ایسا حسن و نکھار پیدا کر لیتے ہیں کہ اللہ کریم خوش ہو کر ان کو فرما دیتا ہے کہ اے میرے بندو! آج تم جنت کے جس دروازے سے چاہتے ہو جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ یہی بات اس کتاب میں بیان کی گئی ہے کہ ہم اپنے عقیدے میں کس طرح ایسا حسن پیدا کریں کہ جو روز قیامت ہمیں رسوائیوں سے بچا کر کامیاب و کامران بنا کر جنتوں کا وارث بنا دے۔

دارالابلاغ
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ